بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۴	جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ ۔ جولائی ۲۰۰۶ء	شمارہ : ۷

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال	فون نمبرات
بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
برطانیہ، افریقہ.............................سالانہ ۱۴ ڈالر	خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
امریکہ.............................سالانہ ۱۶ ڈالر	فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662
جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس	رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	- موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	5
یزید اور شراب	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۰
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۲۱
اصلاحِ نیت اور دین کی دعوت	حضرت مولانا سید محمود حسن حسنی صاحب ندوی	۲۵
اہم خوشخبری		۳۲
شیزان کمپنی کی مصنوعات کا بائیکاٹ		۳۳
عورتوں کے عیوب اور اَمراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۴
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحبؒ	۳۶
کھلا خط بنام ذمہ داران مدارس	حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی	۳۸
ائمہ اربعہؒ کے مقلدین کے......	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۳۹
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۷
دیارِ حبیب میں چندروز	جناب مولانا عطاء الرحمٰن صاحب	۵۰
دینی مسائل		۵۳
تقریظ وتنقید		۵۷
عالمی خبریں		۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دیہاتی (ان پڑھ) لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پوچھتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ (اُن کو آسان طرح سمجھانے کی خاطر) اُن میں سب سے کم عمر کی طرف دیکھتے اور فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اِس کا بڑھاپا آنے سے پہلے تم پر تمہاری قیامت آجائے گی۔ (بخاری ص ۹۶۴ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ ارض وسمٰوٰت اور ہر چیز کی موت اور بڑی قیامت کے آنے میں تو دیر ہے اور اس کا حتمی وقت صرف اللہ کو معلوم ہے البتہ ہر شخص کی موت جس کو چھوٹی قیامت بھی کہا جاسکتا ہے وہ بہت قریب ہے اور تم سے ہر ایک پر وہ بہت جلد آنے والی ہے حتی کہ تم میں یہ جو کم سن ہے، اگر یہ زندہ رہا تو تم سب کی قیامت اِس سے پہلے ہی آجائے گی، لہٰذا اِس کی فکر کرو۔ اگر یہ چھوٹی قیامت اچھی ہوگئی تو وہ بڑی قیامت بھی اچھی ہوجائے گی اور اگر خدانخواستہ یہ چھوٹی قیامت خراب ہوگئی تو بڑی قیامت تو اور بھی خراب ہوگی۔

حضرت ابوقتادہؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا کہ خود کے لیے راحت حاصل کر چکا ہے یا لوگ اِس کی طرف سے راحت (کا سانس) حاصل کر چکے ہیں (حدیث کے الفاظ ہیں مُسْتَرِیحٌ وَ مُسْتَرَاحٌ مِّنْہُ) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ! مُسْتَرِیحٌ وَ مُسْتَرَاحٌ مِّنْہُ

کا کیا مطلب ہے؟ (ذرا مزید وضاحت فرما دیجئے) آپ نے فرمایا کہ مومن بندہ (جب وفات پاتا ہے تو) دُنیا کی آئے دن کی مشکلات اور اذیتوں سے (چھٹکارا پاکر) اللہ کی رحمت میں جاکر راحت حاصل کر لیتا ہے اور فاجر آدمی (کے مرنے) کی وجہ سے اللہ کے بندے اور (شہروں کے) شہر درخت اور جانور سب راحت پا (کر سکون کا سانس) لیتے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۴)

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اِن احادیثِ مبارکہ سے سبق لیتے ہوئے محلے کی سطح پر، شہر، صوبہ اور ملک ہر سطح پر اپنے اعمال کا بغور جائزہ لے۔ وزیر اعظم سے لے کر پٹواری تک، افسر اور ماتحت، مالک اور ملازم، نواب وڈیرے زمیندار اور کسان، گھر کے اندر بڑے اور چھوٹے، ساس سُسر اور بہوئیں، نند بھاوجیں، دیورانیاں جیٹھانیاں اور دیگر عزیز و اقارب سب آپس کے رویوں کا بغور جائزہ لے کر خدا خوفی سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ اور خود اپنے ساتھ انصاف سے کام لیں تاکہ آخرت بگڑنے کے بجائے سنور جائے۔

اِنسان کو ہر وقت موت کا دھیان رہنا چاہیے کہ کسی طرح وہ اچھی ہو جائے، اگر یہ اچھی ہو جائے گی تو بعد میں آنے والی منزلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی۔ اور اگر خدانخواستہ بری موت مر جائے انسان تو خیر نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے بعد آنے والی ہر منزل مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جائے گی۔ نیز دُنیا میں جب تک زندہ رہے مخلوقِ خدا کی خدمت کرتا رہے تاکہ جب دُنیا سے جائے تو اللہ بھی خوش ہو اور اُس کی مخلوق بھی خوش ہو کر اُس کی مغفرت و آخرت میں بلند درجات کی دُعائیں کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت اُسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ باکرامت صحابی۔ سکینہ کیا ہے؟ آخرت میں اعمال کا وزن بھی ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھرانے کی برکت

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۰ سائیڈ اے (۱۹۸۵۔۸۔۹)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

یہ صحابہ کرام کے احوال مبارکہ کا ذکر تھا۔ اُن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعریف کی ہے کچھ صحابہ کرامؓ کی، کوفہ کی، اور بہت زیادہ تعریف کی ہے یعنی اِن لوگوں کے (کوفہ میں) ہوتے ہوئے یہاں مدینہ منورہ آنے کی ضرورت نہیں (علم) سیکھنے کے لیے۔ کچھ صحابہ کرام کے بارے میں مزید آتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْبَکْرٍ** ابوبکرؓ اچھے آدمی ہیں۔ **نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْعُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ** اِن حضرات میں حضرت ابوعبیدہؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔

حضرت اُسیدؓ باکرامت صحابی :

حضرت اُسید ابن حضیرؓ جو ہیں یہ عشرہ مبشرہ میں تو نہیں ہیں لیکن بڑے ہی سمجھدار، بڑے سلیم الطبع، بڑے

باکرامت صحابی ہیں۔ اِن کے بارے میں آتا ہے کہ یہ اور ایک اور صحابی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے رات کو دیر سے واپس ہوئے تو اِن کی چھڑی میں روشنی پیدا ہوگئی اور جہاں سے یہ دو حضرات الگ الگ راستہ پر ہوئے ہیں تو وہاں سے دوسرے صحابی کی چھڑی بھی روشن ہوگئی حتی کہ یہ گھر پہنچ گئے۔

قرآن کی تلاوت اور سکون :

انہی کے بارے میں ہے یہ کہ ایک دفعہ یہ تلاوت کر رہے تھے کہ اِتنے میں اِن کا گھوڑا بدکنے لگا۔ گھوڑا بدکا ہے تو کہتے ہیں کہ میں نے تلاوت موقوف کی پھر وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر میں پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا بدکا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میرے بیٹے یحیٰی کو کہیں یہ گھوڑا اپنے پاؤں تلے نہ لے لے، دُلتی نہ مار دے یا پاؤں اِس کے اُوپر نہ رکھ دے۔ تو یہ اُٹھ کر باہر گئے، وہاں سے بچے کو اُٹھانے کے لیے تو دیکھا اُوپر آسمان کی طرف کہ وہ بادل جیسی چیز تھی اور اُس میں روشنیاں تھیں تو پھر انہوں نے تلاوت بند کردی اور جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ بتلایا تو گویا صبح کے وقت بتلایا ہوگا اگلے دِن۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ پڑھو اور یہ سکینہ تھا تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ قرآن پاک کی تلاوت کی وجہ سے سکینہ نازل ہوا تھا۔ [1]

سکینہ کہتے ہیں سکون کو اور جو چیز سبب سکون ہو وہ بھی سکینہ ہے۔ تو ایک کیفیت ہے اللہ کی طرف سے جو نازل کی جاتی ہے دِلوں پر، اُس سے انسانوں کو نہایت درجہ سکون حاصل ہوتا ہے۔ اِس کا قرآن پاک میں ذکر ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اور ایسے لشکر اُتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور وہ ملائکہ تھے۔

فرشتوں کے اُترنے سے بھی سکون ہوتا ہے :

تو ملائکہ کا اُترنا خود سبب سکون ہے، اُس سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر سکون ہو تو اُس میں آدمی میدان جنگ میں بھی مطمئن رہتا ہے اُس کے حواس قائم رہتے ہیں، اُس کے اعضاء صحیح کام کرتے ہیں، یہ سکینہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے سکون نازل کر دیا جاتا ہے دِلوں پر، اور اگر بدحواس ہو جائے تو شکست کھا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا غالبًا ہے واقعہ یا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ [2] اِن دو حضرات میں سے ایک کا ہے۔

---

[1] بخاری شریف ص ٧٥٠ ج ٢ [2] یہ واقعہ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت ابوطلحہؓ کا ہے (بخاری شریف ص ٥٨٢ ج ٢)

میدانِ جہاد اور سکون :

وہ کہتے ہیں کہ اُحد کے میدان میں لڑائی کے دوران مجھے نیند آجاتی تھی اور میرے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تھی۔ پھر گرتی تھی میں پھر اُٹھالیتا تھا، پھر گرتی تھی پھر اُٹھالیتا تھا۔ تو میدانِ جنگ میں نیند کی یہ کیفیت تھی، یہ تو بہت عجیب ہے۔ میدان جنگ میں تو نیند ویسے ہی اُڑ جاتی ہے اور کئی کئی دن نیند اُڑی رہے گی اگر میدان جنگ دیکھنے کو مل جائے کسی کو، آہستہ آہستہ عادی ہو تو ہو سکتا ہے۔ بہر حال نیند کا وہاں کوئی مطلب نہیں۔ قرآنِ پاک میں ہے اس کا ذکر چوتھے پارے میں **ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ** یہ اُحد کے موقع پر ہوا تھا۔ اور صدمہ بھی بہت پہنچا تھا صحابہ کو۔ صحابہ کرام بھی بہت شہید ہوئے اور زخمی تو تقریباً سب ہی ہو گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے بھی زخم آئے اور بہت خون بہا۔

سکینہ کیا ہے ؟

تو یہ سکینہ اصل میں تو ایک کیفیت کا نام ہے جو اللہ دل پر نازل فرما دیتے ہیں۔ لیکن اگر اِس کو متشکل بنا دے کسی شکل میں تو اِس کی خدا کو قدرت ہے جیسے اَعمال جو انسان کرتا ہے قیامت کے دن وہ متشکل ہوں گے جب قبر میں جائے گا تو متشکل ہوں گے۔ اور اگر اچھے عمل کیے ہیں تو پھر یہ ہوگا کہ وہ کہے گا اس کو دیکھ کر کہ تو کون ہے میں تجھے دیکھتا ہوں تو مجھے سکون ہوتا ہے جیسے مانوس ہوتی ہے طبیعت۔ تو وہ کہے گا کہ میں تیرا (نیک) عمل ہوں جو تو کرتا رہا اور تیرے ساتھ ہی رہوں گا، تو وہ ساتھی بن جاتا ہے، اسی طرح بد عمل کا یہ ہے کہ وہ وحشت ناک شکل ہوتی ہے، وہ کہتا ہے تیری صورت سے بھی مجھے وحشت ہو رہی ہے تو وہ کہے گا میں تیرا (برا) عمل ہوں تیرے ساتھ ہی رہوں گا۔ تو یہ عمل متشکل ہو گیا اُس کو شکل دے دی اللہ نے۔

آخرت میں اَعمال کا وزن بھی ہوگا :

اسی طرح عمل جو کرتے ہیں اُس کو دُنیا میں تولا نہیں جا سکتا۔ روزہ رکھا ہے اُسے کون پیمانے سے تولے گا کہ کہاں ہے کہاں نہیں ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو کہاں ہے وہ ؟ اور اِس سے بھی باریک عمل ہیں نیت کے متعلق کہ انسان کا ایک اِرادہ ہے کہ اگر میرا یہ کام ہو جائے یا یہ ہو جائے تو میں یہ نیکی کروں گا۔ اب وہ کام اُس کا اگر نہ بھی ہو تو بھی نیکی اللہ لکھ سکتا ہے، لکھ دیتا ہے اللہ۔

جب اس کا اِرادہ ہو کہ مجھے یہ یہ کرنے ہیں کام، فلاں نیکی کا کام کرنا ہے، ایسے اِرادہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ

اس کو نیکی شمار فرما لیتے ہیں حالانکہ وہ تو دل میں ہے، وجود میں آئی ہی نہیں سرے سے مگر متشکل ہو جائے گی۔ تو سکینہ جو ہے وہ بھی ایسے ہی ہے کہ کہیں متشکل ہو کر نظر آ جائے یا اُس کی جو حقیقت ہے وہ انسان پر واضح ہو جائے، صفائی باطن کی وجہ سے بعض دفعہ اُسے بہت سی چیزیں محسوس ہونے لگتی ہیں، نظر آنے لگتی ہیں تو پھر ہو سکتا ہے ورنہ وہ شکل سے بھی بالا ایک کیفیت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اِن کو یہ سکینہ دکھایا تو حضرت اُسید رضی اللہ عنہ کی عجیب عجیب کرامتیں ہیں۔

ہار کی گمشدگی اور وضوء کا بدل :

ایک دفعہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ اُن کا ہار کئی دفعہ گم ہوا۔ ایک دفعہ ہار گم ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اور آپ ٹھہر گئے، تلاش کرنے لگے۔ اُس کی تلاش میں اتنی تاخیر ہوئی کہ نماز کا وقت آ گیا اور پانی تھا نہیں لَیْسُوْا عَلٰی مَاءٍ وَلَیْسَ مَعَھُمْ مَّاءٌ نہ تو اُن کا پڑاؤ ایسی جگہ تھا کہ جہاں پانی ہو، کنواں ہو، چشمہ ہو، نہ ہی یہ کہ اِن لوگوں کے پاس ہو، دونوں باتیں نہیں تھیں۔ اب لوگوں نے عرض کیا کہ کیا کیا جائے؟ وضو کرنا ہے نماز پڑھنی ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے لوگ۔ اُنہوں نے کہا کہ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روک لیا رسول اللہ ﷺ کو اور یہاں شکل پیش آئی ہوئی ہے کہ نہ تو ہمارے پاس پانی ہے اور نہ آس پاس پانی ہے، کیسے کریں۔

باپ کا غصّہ اور بیٹی کی سعادت مندی :

انہیں بہت غصہ آیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ آرام فرما تھے اور سر مبارک رکھا تھا یہاں اُن کی ٹانگ پر۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسے اُن کے کوکھ میں اِدھر اُدھر مارا۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھے بہت تکلیف پہنچی اور میں حرکت نہیں کر سکتی تھی کیونکہ حرکت اگر کروں تو جناب رسول اللہ ﷺ بیدار ہو جائیں گے، نیند میں خلل پڑے گا اس لیے میں نے ایسے نہیں کیا۔

پھر جب اُٹھے ہیں خود رسول اللہ ﷺ تو تیمّم کی آیت اُتری اور اُس میں یہ تھا کہ وضو کے بجائے بھی تیمّم کر سکتے ہو۔ پہلے بھی ایک آیت اسی طرح کی اُتری تھی، اُس میں یہ تھا کہ غسل کے بجائے تیمّم کر لو۔ اور اب جو اُتری آیت اُس میں یہ تھا کہ جہاں ایسی ضرورت پیش آ جائے مجبوری پیش آ جائے تو پھر بجائے وضو کے تیمّم کر سکتے ہو۔ اور پچھلا حکم جو تھا غسل کے بجائے تیمّم کا وہ بھی باقی رہا، وہ بھی اِس آیت میں دوبارہ سے سارا دوہرا دیا گیا کہ وہ حکم بھی باقی ہے اور یہ بھی ہے کہ بجائے وضو کے تیمّم کر لو۔

ابوبکرؓ کے خاندان کی برکات کا اعتراف :

تو حضرت اُسید ابن حضیرؓ کا نام آتا ہے خاص طور پر کہ انہوں نے کہا مَاھِیَ بِاَوَّلِ بَرَکَتِکُمْ یَا آلَ اَبِیْ بَکْرٍ اے ابوبکر یا ابوبکر کے خاندان یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے [۱] یعنی پہلے بھی تم سے ایسے ہی لوگوں کو فائدے پہنچتے رہے اور یہ فائدہ تو ایسا ہے جو قیامت تک چلے گا۔ ہر مریض جو عاجز ہو پانی اُس کو استعمال کرنا منع ہو تو وہ تیمّم کرلے۔ اسی طرح غسل کے بجائے بھی وہ تیمّم ہی کرلے۔ تو یہ حکم جو اُترا ہے یہ قیامت تک ساری اُمت کے لیے برکت سہولت اور بہت زیادہ سہولت اور فائدہ کا باعث بنا۔ تو اس حدیث شریف میں حضرت اُسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ کا نام جناب رسول اللہ ﷺ نے لیا ہے کہ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَیْدُ ابْنُ حُضَیْرٍ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں اِن سب حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعا..................

۞ ۞ ۞

---

[۱] (بخاری شریف ص۴۸ ج۱ و ص۶۶۳ ج۲)

سلسلہ نمبر۲۴ قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

یزید اور شراب

یہ جاننا ضروری ہے کہ اہل عرب کھجور کا طرح طرح استعمال کرتے تھے۔ ایک طریقہ مشروب کا یہ تھا کہ کھجوریں پانی میں بھگو دیتے تھے۔ اور یہ پانی پیتے تھے، اِسے '' نَبِیْذْ '' کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ صبح کو بھگوتے تھے تو شام کو یہ پانی استعمال فرمالیتے تھے اور شام کو بھگوتے تھے تو صبح کو استعمال فرمالیتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے اِس سے زیادہ وقت کی بھیگی ہوئی نبیذ بھی استعمال فرمائی ہے۔ یہ اہل عرب کی غذاء کا ایک حصہ تھا اب میں سہل الحصول حوالوں سے اگلی باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں حسبِ عادت نبیذِ شدید (تیز نبیذ) بھی برابر استعمال کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تیز نبیذ لائی گئی۔ آپ نے اِس کی تیزی کی وجہ سے ایک دم ناک ہٹالی۔ پھر اِس میں پانی ملوایا پھر استعمال فرمائی۔ اور طحاوی شریف کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض علاقوں کے لوگ نبیذِ شدید ہی پیا کرتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم بھی نبیذ شدید استعمال فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمر بھی اور حضرت علی بھی (رضی اللہ عنہم)۔

اب یہ بھی عرض کرتا جاؤں کہ نبیذ شدید نشہ بھی کر دیتی ہے۔ مثلاً جو شخص ہلکی نبیذ پینے کا عادی ہو وہ اگر تیز نبیذ پی لے گا تو نشہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے برتن سے نبیذ پی لی اُسے نشہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اُسے حد لگادی۔ وہ کہتا رہا کہ امیر المؤمنین میں نے تو آپ کے برتن میں سے پی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نشہ پر حد لگا رہا ہوں یعنی اِس کی تیزی تو زبان کو معلوم ہوگئی ہوگی تو احتیاط کرنی چاہیے تھی، اتنی نہ پیتے کہ نشہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد انہیں نبیذ پلائی، اُن میں سے ایک شخص کو نشہ ہوگیا تو اُسے حد لگادی وہ کہنے لگا کہ آپ بلاتے بھی ہیں کھلاتے بھی ہیں، پلاتے بھی ہیں اور حد بھی لگاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دعوت کی، اگلے دن اُن مدعوین میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ نبیذ کی وجہ سے مجھے رستہ صحیح طرح نہیں سمجھ میں آرہا تھا مَا کِدْتُّ اَھْتَدِی الطَّرِیقَ ۔ ملاحظہ ہو الکوکب الدری ص ۱۲ و ص ۱۳ ج ۲ مع حواشی۔ اور ایسی بہت سی روایات طحاوی شریف کے آخری حصہ میں ہیں۔ اُنہوں نے کافی روایات لکھی ہیں اور بہت مبسوط بحث فرمائی ہے۔ (دیکھیں طحاوی باب مایحرم من النبیذ ص ۲۷۰ ج ۲)

اب یوں سمجھئے کہ چونکہ نبیذ اُن کے لازمی مشروبات میں سے تھی جیسے آج کے دور میں چائے ہے اور یہی ذرا سی بے احتیاطی سے نشہ کا باعث بن جاتی تھی۔ اس لیے دورِ صحابۂ کرام میں اور بعد کے دور میں نشہ کے واقعات پیش آتے رہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے زیادہ مضبوط دور کس کا ہوسکتا ہے۔ اُن کے زمانہ میں ایسے طرح طرح کے واقعات پیش آتے رہے بلکہ بکثرت ایسے واقعات ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا پھر اُسی کوڑے سزا مقرر کردی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں : ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ فِی الْخَمْرِ فَاسْتَشَارَ فَضَرَبَ ثَمَانِیْنَ (مختصر المزنی ص ۲۶۶) لیکن اِس کے بعد بھی ایسے واقعات ہوتے رہے، مثلاً بخاری شریف میں باب صوم الصبیان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں نشہ کی حالت میں دیکھا تو فرمایا :

وَیْلَکَ وَصِبْیَانُنَا صِیَامٌ فَضَرَبَہٗ. (بخاری شریف ص ۲۶۳ ج ۱)

''تیرا ناس ہو! یہاں تو یہ حالت ہے کہ ہمارے بچے (بھی) روزہ سے ہیں پھر اُسے حد لگادی''۔

حاشیہ میں ہے کہ اَسی کوڑے لگائے اور اُسے شام بھیج دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ جو اہلِ بدر میں سے تھے اُن پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے شراب کی حد لگائی۔ یہ اُن کے دورِ خلافت کے آخری حصہ کا واقعہ ہے۔ (تفصیل

کے لیے دیکھئے، اُسد الغابہ ص۱۹۸ ج۴)

حتی کہ خود اُن کے اپنے گھر میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُنہوں نے اِس پر یہ فرمایا :

وَجَدْتُّ مِنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ رِیْحَ شَرَابٍ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْہُ فَاِنْ کَانَ یَسْکُرُ جَلَدْتُّہٗ.

(بخاری ص ۸۳۸ ج۲)

''میں نے عبید اللہ (اپنے بیٹے) سے شراب کی بو پائی ہے اور میں اُس کے بارے میں معلومات کر رہا ہوں تو اگر وہ نشہ کی حد تک پیتا ہوگا تو میں اُس کے کوڑے لگاؤں گا۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حمص میں تھے۔ وہاں ایک شرابی نے جب بات کی تو پتہ چلا کہ یہ شراب پیے ہوئے ہے۔ تو اُنہوں نے اُس پر شراب کی حد جاری کردی۔ (بخاری شریف ص ۷۴۸ ج۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے نشے کا واقعہ پیش آیا جس پر اہل مدینہ میں بھی بہت بے چینی پائی گئی۔ جلد باز لوگوں نے باتیں بھی بنائیں کیونکہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ نشہ کے قصہ کے وقت گورنر کوفہ تھے۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اہل مدینہ نے اِن کے بھانجے کے ذریعہ اپنے اضطراب کا اظہار کیا۔ آپؓ نے فرمایا :

فَسَنَاْخُذُ فِیْہِ بِالْحَقِّ اِنْشَآءَ اللّٰہُ. (بخاری ص ۵۲۲ و ص ۵۴۷ ج۱)

''عنقریب اُن کے بارے میں ہم حق فیصلہ اختیار کریں گے۔''

اِن واقعات کے ذکر کرنے کا منشاء یہ ہے کہ نبیذ کی وجہ سے نشہ اور اُس پر حد کے واقعات جب حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کے پاک اور مضبوط ترین دور میں اُن کے گھر میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد کے پاک دور میں پیش آگئے تو نہ تو یزید خلیفۂ عادل و راشد تھا نہ صحابی نہ وہ حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ کے برابر تھا نہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے۔ وہ تابعی تھا، بڑے خاندان کا فرد تھا اور اُس کے بارے میں بہت سے لوگوں کی رائے اُس کے والد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں بھی اچھی نہ تھی۔ جب وہ سربراہِ مملکت بنا تو مطلق العنان ہوتا چلا گیا لہٰذا اُس کے شربِ خمر میں کیا استبعاد ہے۔ حضرت محمد بن حنفیہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ سے چھوٹے ہیں اور صحابی نہیں ہیں۔ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یزید کے پاس بعد میں گئے ہیں۔ اِن کی بات کو ہی اہل مدینہ نے ترجیح بھی دی ہے۔

مدینہ اور اہلِ شام :

اہلِ مدینہ کا عمل اور تقویٰ اہلِ شام سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ان کی عملی حالت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک اتنی اچھی رہی ہے کہ امام مالک اہلِ مدینہ کے عمل کو حدیث صحیح پر ترجیح دیتے تھے۔ حالانکہ اِن کے زمانہ میں دوسری صدی چل رہی تھی، اس کی دلیل صحابۂ کرام اور تابعین کی شہادت تھی جو اُنہوں نے اہلِ مدینہ کے متعلق وقتاً فوقتاً دی کہ اِن کے عمل میں زمانہ رسالت مآب ﷺ سے لے کر بہت بعد تک کوئی فرق نہیں آیا۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان جو آگے آتا ہے، امام مالکؒ کی دلیل ہے۔ دوسری طرف حضرت انس اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے ایسے بیانات بھی موجود ہیں جو شام کی عملی حالت کے بہت کمزور ہو جانے کی دلیل ہیں۔ اب ذرا اِن حضرات کے بیانات بھی پڑھ لیجئے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام بھیج دیا تھا کہ وہاں پڑھائیں۔ ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اوائل میں ہوئی۔ وہ ایک دن گھر میں داخل ہوئے تو اہلیہ صاحبہ نے جو اُم الدرداء کہلاتی تھیں، دریافت کیا کہ آپ کو کس بات پر غصہ آ رہا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا :

وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا. (بخاری شریف ص ۹۰ ج ۱)

''خدا کی قسم! میں جناب رسول اللہ ﷺ کے معاملات میں سے کوئی چیز یہاں ہوتی نہیں جانتا سوائے اِس کے کہ یہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں''۔

اِس کے بعد تو زمانہ اور کوتاہیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا، اس کوتاہی کا ذکر بھی حدیث میں آتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد زہری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ سے شام چلے گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے فرمایا :

لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ.

(بخاری شریف ص ۷۶ ج ۱ باب فی تضییع الصلوۃ عن وقتھا)

''میں نے جو چیزیں (اپنے پہلے زمانہ میں) پائی تھیں اُن میں سے کوئی چیز جانی پہچانی نہیں

معلوم ہوتی (یہاں نظر نہیں آتی) سوائے اِس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کردی گئی ہے (یعنی وقت مستحب ٹلا کر پڑھتے ہیں)۔''

اِن چیدہ چیدہ معروف ترین صحابۂ کرام کی رائے اہل شام کی عملی حالت کے بارے میں آپ نے دیکھی جس سے واضح ہو رہا ہے کہ مال کی کثرت اور عیسائیوں وغیرہ سے اختلاط بہت خاصی حد تک لوگوں پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ سفر ۸۵ھ کے قریب ہوا تھا۔

دوسری طرف حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے آخری دور میں جب مدینہ منورہ پہنچے تو اِن سے صاف صاف پوچھا گیا کہ :

مَا اَنْکَرْتَ مِنَّا مُنْذُ یَوْمٍ عَھِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَااَنْکَرْتُ شَیْئًا اِلَّااَنَّکُمْ لَا تُقِیْمُوْنَ الصُّفُوْفَ. (بخاری ص ۱۰۰ ج ۱)

''جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آپ نے جو کچھ حال دیکھا تھا اُس سے اب آپ نے کون سی چیز ایسی دیکھی ہے جو اُوپری (اجنبی) لگی ہو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے کوئی چیز اجنبی (تبدیل شدہ اور متغیر) نہیں دیکھی سوائے اِس کے کہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے''۔

آپ کے سامنے اہل عرب کے رواجی مشروب نبیذ کے پھر اِس سے نشہ اور اِس پر حد جاری کیے جانے کے واقعات آئے۔ نشہ ذرا سی غفلت سے بھی ہو جاتا رہا ہے اور غلط نیت سے بھی۔ پھر یہ بھی سامنے آگیا کہ شام میں عملی کوتاہیاں بڑھتی گئی ہیں اور مدینہ منورہ اِس قسم کی خرابیوں سے تادیر محفوظ رہا ہے۔ اس لیے وہ لوگ یزید کو نہیں چاہتے تھے۔ وہ یزید کی جانشینی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق نہیں تھے، پھر اُنہوں نے اپنے وفد سے جب یزید کی حالت کی خبریں سنیں تو اُنہوں نے اِس کی بیعت ہی توڑ دی اور تمام بنواُمیہ کو جن میں یزید کا گورنر اور مروان بھی تھا مدینہ پاک سے ہی نکال دیا جس پر یزید کو بے حد غصہ آیا، پھر واقعہ حرہ پیش آیا۔

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاریخی حصہ کو محدثین و شارحین حدیث سے لے کر یوں تحریر فرمایا ہے کہ یزید بن معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ کو امیر بنا دیا تھا۔ عثمان نے اہل مدینہ کی ایک جماعت یزید کے پاس وفد کے طور پر بھیجی۔

ان میں عبداللہ بن غسیل الملٰئکہ اور عبداللہ بن ابی عمرو المخز ومی وغیرہ تھے۔ یزید نے ان کا اکرام کیا انہیں جائزے دیے پھر یہ واپس آئے تو انہوں نے یزید کے عیب ظاہر کیے اور اس کی طرف شراب پینا منسوب کیا اور بھی خرابیاں بیان کیں پھر عثمان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اسے مدینہ سے نکال دیا اور یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی۔ (بخاری ص ۱۰۵۳ ج ۲ حاشیہ نمبر ۷ طبری ف۔ قس)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ لکھتے ہیں :

''یزید کے پاس سے جب یہ لوگ واپس آئے تو اُس کی بیعت توڑ دی عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کرلی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اُس نے اہل مدینہ پر زبردست حملہ کیا۔ اس میں نمایاں حضرات میں سے ایک ہزار سات سو اور عام لوگوں میں سے دس ہزار آدمیوں کو قتل کیا، عورتیں اور بچے اِس کے سوا ہیں''۔ (بخاری شریف ص ۴۱۵ حاشیہ ۱۱ ج ۱ بحوالہ قسطلانی)

اسی میں عبداللہ بن حنظلہؓ بھی شہید ہوئے۔ وہ بھی صحابی تھے۔ (رؤیۃ تہذیب ص ۱۹۳ ج ۵)

اور حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے (جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں تھے۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۶۳ ھ کے اواخر میں پیش آیا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۲۳ ج ۵)۔

لوٹ اور قتل عام :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تلوار کی نیام میں جناب رسول اللہ ﷺ کا عطا فرمودہ قیراط رہا کرتا تھا۔ (بخاری ص ۳۱۰ ج ۱) جسے اہل شام نے حرہ کے موقعہ پر لے لیا حَتّٰی اَصَابَھَا اَھْلُ الشَّامِ یَوْمَ الْحَرَّۃِ۔ (بخاری شریف ص ۳۵۵ ج ۱)۔

اِس لوٹ مار اور قتل و غارتگری کی جو تین دن جاری رہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں اطلاع ملی تو وہ بہت غمزدہ ہوئے۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْفَضْلِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ حَزِنْتُ عَلٰی مَنْ اُصِیْبَ بِالْحَرَّۃِ. (بخاری ص ۷۲۸ ج ۲)

حاشیہ میں حرہ کے بارے میں تحریر ہے :

یہ سیاہ رنگ کی پتھریلی زمین ہے۔ وہاں ۶۳ھ میں یہ جنگ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی کیونکہ انہیں اطلاع پہنچی تھی کہ وہ قصداً مفاسد کا اِرتکاب کرتا ہے تو یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو بڑا لشکر دیکر بھیجا۔ اُس نے اہل مدینہ کو شکست دی اور مدینہ منورہ میں لوٹ مار کی، اِس میں انصار میں سے بہت ہی زیادہ لوگ قتل کیے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اُن دنوں بصرہ میں تھے۔ انہیں اس کی خبر پہنچی تو وہ انصار کے شہداء کی وجہ سے غمگین ہوئے۔ (بخاری ص ۷۲۸ ج ۲ حاشیہ ۹ بحوالہ قس۔ خ)

اسی میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا :

فَكَتَبَ اِلَيَّ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ وَبَلَغَهٗ شِدَّةُ حُزْنِيْ يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ. (بخاری ص ۷۲۸ ج ۲)

''تو مجھے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں میرے شدید غمگین ہونے کی اطلاع ملی تو (میری تسلی کے لیے) خط لکھا۔ اِس میں انہوں نے یہ ذکر فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! تو انصار کو بخش دے اور اُن کی اولاد کو بخش دے۔''

یزید کے مداح لوگ جو پیدا ہو رہے ہیں تاریخ کے اِس عظیم حصہ کو اور بنی اُمیہ کی سلطنت کے ختم ہو جانے کے حصہ کو تاریخ ہی سے مٹانے کی کوشش میں رہتے ہیں جو بڑی خیانت ہے۔ اس نے اہانت حرمین کی تو حکومت بنی اُمیہ سے اتنی نفرت پیدا ہوئی کہ حکومت ہی ایک دفعہ ختم ہوگئی۔

عباسی صاحب نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے لکھا ہے :

''اکابر صحابہ کی اکثریت نے جو مدینہ میں موجود تھی بیعت کرنے سے گریز کیا یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران، اُسامہ بن زید حِبِّ رسول اللہ ﷺ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمۃ بن مخلد، ابوسعید خدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالۃ بن عبید، کعب بن عجرہ، صہیب، سلمہ بن وقش، قدامۃ بن مظعون، عبد اللہ بن سلام، مغیرۃ بن شعبہ جیسے عظماء اُمت وارباب حل وعقد نے بیعت نہیں کی''۔ (خلافت معاویہ ویزید ص ۵۳)۔

یہ اسماء گرامی عباسی نے تاریخ ابن خلدون سے لے کر لکھ دیئے ہیں (ابن خلدون ج ۲ ص ۱۵۱)۔
ابن خلدون نے ان حضرات کے بیعت ہو جانے کا بھی ذکر کیا ہے مگر وہ عباسی صاحب نے نہیں لکھا۔ وہ لکھتے ہیں :

ثُمَّ جَآؤُا بِقَوْمٍ مِمَّنْ تَخَلَّفَ قَالُوْا نُبَایِعُ عَلٰی اِقَامَةِ کِتَابِ اللّٰهِ ثُمَّ بَایَعَ الْعَامَّةُ.
(ابن خلدون ص ۱۵۱ ج۲)

''پھر ان لوگوں کو لائے جو پیچھے رہے تھے، جنہوں نے اب تک بیعت نہ کی تھی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اقامت کتاب اللہ پر بیعت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عام لوگوں نے بیعت کی اور یہی بات صحیح ہے''۔

ابن العربی نے العواصم میں عباسی صاحب کی بات اور اُس کا جواب لکھا ہے :

قَالَتِ الْعُثْمَانِیَّةُ تَخَلَّفَ عَنْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمْ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَابْنُ عُمَرَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ وَسِوَاهُمْ مِّنْ نُّظَرَآئِهِمْ. قُلْنَا اَمَّا بَیْعَتُهٗ فَلَمْ یَتَخَلَّفْ عَنْهَا وَاَمَّا نُصْرَتُهٗ فَتَخَلَّفَ عَنْهَا قَوْمٌ مِّنْهُمْ مَّنْ ذَکَرْتُمْ لِاَنَّهَا کَانَتْ مَسْأَلَةً اِجْتِهَادِیَّةً فَاجْتَهَدَ کُلُّ وَاحِدٍ وَاَعْمَلَ نَظْرَهٗ وَاَصَابَ قَدْرَهٗ .

''عثمانی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحابۂ کرام کا ایک گروہ اِن کا ساتھ دینے سے ہٹا رہا۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، ابن عمر اور اُسامہ بن زید اور ان کے سوا اِن جیسے اور حضرات تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کا جہاں تک تعلق ہے تو اِس میں تو کوئی پیچھے نہیں۔ البتہ اِن کی مدد (قتال میں) تو اُس میں لوگ پیچھے رہے ہیں۔ ان میں وہ حضرات بھی ہیں جن کا تم لوگوں نے ذکر کیا کیونکہ قتال ایک اجتہادی مسئلہ ہے تو ہر ایک نے اجتہاد کیا اور اپنی سوچ کام میں لائے اور جہاں تک جس کی نظر پہنچی اُس پر عمل کیا''۔

تائید کے لیے اِس کے حاشیہ میں تمہید باقلانی کا حوالہ بھی دیا ہے۔
ان حضرات میں نعمان بن بشیر (جو رسول اللہ ﷺ کے ہجرت فرمانے کے بعد پیدا ہوئے تھے)

بیعت نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے وقت مدینہ منورہ میں موجود ہی نہ تھے، وہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد فوراً ہی شام کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۷) باقی حضرات جو مدینہ شریف میں تھے بیعت ہوگئے تھے۔

نیز عباسی صاحب نے یہ نام بغیر مطلب سمجھے ابن خلدون سے نقل کردیے ہیں کیونکہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حضرت علیؓ کے ساتھ معرکوں میں شرکت بخاری شریف میں موجود ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما بھی بیعت ہوئے ہیں۔ یہ حضرات مشورے بھی دیتے رہے ہیں لیکن اِن میں کافی حضرات یکسو رہے ہیں۔ روایات سے ثابت ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر یہ تھا کہ کم سے کم قتال ہو۔ اور کچھ حضرات کے ایسے واقعات پیش آچکے تھے جن میں جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں کسی بھی مسلمان پر ہتھیار اُٹھانے سے منع کردیا تھا جیسا کہ ابھی روایات میں ہم پیش کرتے ہیں :

وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ مَعَ اُنَاسٍ مَعَهُمْ وَقَدْ كَانُوْا تَخَلَّفُوْا عَنْ عَلِيٍّ حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى صِفِّيْنَ وَالْجَمَلِ فَقَالَ لَهُمْ عَلٰى مَاخَلَفَكُمْ عَنِّیْ قَالُوْا قُتِلَ عُثْمَانُ وَلَانَدْرِیْ اَحَلَّ دَمُهٗ اَمْ لَا ؟ وَقَدْ كَانَ اَحْدَثَ اِحْدَاثًا ثُمَّ اسْتَتَبْتُمُوْهُ فَتَابَ ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِیْ قَتْلِهٖ حِيْنَ قُتِلَ فَلَسْنَا نَدْرِیْ اَصَبْتُمْ اَمْ اَخْطَأْتُمْ ؟ مَعَ اَنَّاعَارِفُوْنَ بِفَضْلِكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَابِقَتِكَ وَهِجْرَتِكَ .

''عبد اللہ بن عمر و سعد بن ابی وقاص، مغیرہ بن شعبہ اور اُن کے ساتھ جو لوگ تھے، یہ سب حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ' جمل اور صفین گئے تو یہ لوگ نہیں گئے تھے۔ ان حضرات سے حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا بات تھی کہ آپ لوگ میرے ساتھ نہیں آئے تھے۔ کہنے لگے، حضرت عثمانؓ شہید کردیے گئے اور ہم نہیں جانتے کہ اُن کو شہید کرنا درست تھا یا نہیں؟ انہوں نے کچھ ایسے کام کیے ضرور تھے جو نئے (محل اعتراض) تھے (لیکن) پھر ان سے آپ لوگوں نے کہا توبہ کیجئے۔ انہوں نے توبہ کی پھر جب انہیں شہید کیا گیا تو آپ لوگ ان کے قتل میں داخل ہوئے تو ہم تو نہیں جان سکتے کہ آپ لوگوں نے صحیح کام کیا یا غلط؟ اِس کے ساتھ ہم اے امیر المؤمنین! آپ کی

فضیلت آپ کی سبقت و ہجرت کے معترف ہیں''۔

اس دَور میں سب کی ایسی حالت تھی کہ کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ جیسے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور دورِ فتن میں یہی حال ہوا کرتا ہے۔ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں :

فَیَرِدُ عَلَی الْقُلُوْبِ مَایَمْنَعُھَا مِنْ مَّعْرِفَةِ الْحَقِّ وَقَصْدِہٖ وَلِھٰذَا یُقَالُ فِتْنَةٌ عَمْیَآءُ صَمَّآءُ وَیُقَالُ فِتَنٌ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ. (منھاج السنة ج۲ ص ۲۴۶)

''قلوب پر ایسی کیفیت وارد ہوتی ہے جو معرفت حق اور ارادۂ حق سے روک دیتی ہے، اسی لیے (عربی میں) کہا جاتا ہے کہ اندھا بہرا فتنہ اور کہا جاتا ہے کہ ایسے فتنے جیسے تاریک رات کے حصے''۔

اِن حضرات کی گفتگو سے یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ سخت پریشان اور حیران رہے ہیں۔ ذہن کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حضرات ہر ہیجان کے زمانہ میں حتی المقدور یکسو رہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین ہی کہہ کر گفتگو کر رہے ہیں۔ ان کے فضائل کا اعتراف بھی کر رہے ہیں۔ ان حضرات کی یہ باتیں سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیاتِ قرآن پاک سے استدلال فرمایا۔

فَقَالَ عَلِیٌّ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ اَمَرَکُمْ اَنْ تَأْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ فَقَالَ (وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰہِ) .

''حضرت علیؓ نے فرمایا! کیا آپ لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ اُس نے ارشاد فرمایا ہے اگر مؤمنین کی دو جماعتیں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرادو۔ پھر اگر ایک نے دوسرے کے خلاف بغاوت کی ہو تو جو جماعت بغاوت کرے اُس سے لڑو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے''۔

اِس کے جواب میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث تو پیش نہیں فرمائی جس میں آتا ہے کہ ان سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے (مقتول) بیٹے کی طرح بن جانا، شاید وہ حدیث اِس وجہ سے نہ ذکر فرمائی ہوگی کہ اِن سب حضرات کے علم میں پہلے سے ہوگی۔ اس لیے اس

حدیث کے جاننے والوں سے جو بات کہنی چاہیے تھی وہ فرمائی۔

قَالَ سَعْدٌ یَاعَلِیُّ اَعْطِنِیْ سَیْفًا یَّعْرِفُ الْکَافِرَ مِنَ الْمُؤْمِنِ اَخَافُ اَنْ اَقْتُلَ مُؤْمِنًا فَاَدْخُلَ النَّارَ.

''حضرت سعدؓ نے جواب دیا اے علیؓ آپ مجھے ایسی تلوار دے دیں جو کافر اور مومن کو جان لیا کرے، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں میں کسی مومن کو قتل کر کے داخلِ جہنم نہ ہو جاؤں''۔

اِس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر نص قرآنی پیش کی۔

فَقَالَ لَھُمْ عَلِیٌّ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ اِمَامًا بَایَعْتُمُوْہُ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَعَلَامَ خَذَلْتُمُوْہُ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا وَکَیْفَ لَمْ تُقَاتِلُوْہُ اِذْ کَانَ مُسِیْئًا. فَاِنْ کَانَ عُثْمَانُ اَصَابَ بِمَاصَنَعَ فَقَدْ ظَلَمْتُمْ اِذْ لَمْ تَنْصُرُوْا اِمَامَکُمْ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَقَدْ ظَلَمْتُمْ اِذْ لَمْ تُعِیْنُوْا مِنْ اَمْرٍ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٍ عَنِ الْمُنْکَرِ وَقَدْ ظَلَمْتُمْ اِذْ لَمْ تَقُوْلُوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَ عَدُوِّنَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ بِہٖ فَاِنَّہٗ قَالَ قَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْ ءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰہِ. (وقعة صفین لنصر بن مزاحم ص ۶۳۶)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت عثمانؓ امام (خلیفہ) تھے۔آپ نے اُن سے اُن کی بات ماننے اور اُن کی اطاعت کرنے کی بیعت کی تھی تو اگر وہ اچھے تھے تو آپ نے انہیں کیوں بے یار و مددگار چھوڑا۔اور اگر وہ برے تھے تو اُن سے آپ لوگ کیوں نہیں لڑے۔اگر حضرت عثمانؓ نے کام ٹھیک کیے تھے تو آپ لوگوں نے ان کی مدد نہ کر کے ظلم کیا ہے اور اگر انہوں نے برے کام کیے تھے تو آپ لوگوں نے ان کے مخالفین کی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہے تھے مدد نہ کر کے ظلم کیا ہے۔اور آپ لوگوں نے ہمارے اور ہمارے دُشمن کے درمیان حائل نہ ہو کر بھی ظلم کیا ہے (ہمارے اور اُن کے درمیان کھڑے ہو جانا لازم تھا، اگر وہ نہ باز آتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے، اس کا ارشاد ہے جو باغی ہو اس سے لڑو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے''۔

(باقی صفحہ ۴۶)

قسط : ٦

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ ؓ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

(۱۸) عَنْ فَاطِمَةَ الزَّھْرَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اُمٍّ یَنْتَمُوْنَ اِلٰی عَصَبَةٍ اِلَّا وُلْدَ فَاطِمَةَ فَاَنَا وَلِیُّھُمْ وَاَنَا عَصَبَتُھُمْ . (اخرجه الطبرانی بسند حسن)

''حضرت سیّدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہر ماں کی اولاد نسبت کی جاتی ہے اپنے باپ کے نر رشتہ داروں کی طرف یعنی باپ و دادا و پردادا وغیرہ کی طرف مگر اولادِ فاطمہ ؓ اس لیے کہ میں اُن کا ولی ہوں اور اُن کا عصبہ ہوں۔''

لفظ ''عصبہ'' کے معنی حدیث گزشتہ کی شرح میں گزر چکے ہیں وہی یہاں مراد ہیں اور ولی و عصبہ یہاں متحد المعنی ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ جب میں عصبہ ہوں تو وہ اولاد میری طرف منسوب ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

حضرت فاطمہ ؓ سے اَٹھارہ حدیثیں کتابوں میں مروی ہیں **کما فی روضة الاحباب للسید المحدّث**۔ اور غالبًا وجہ روایت کی کمی کی یہ ہے کہ سلسلۂ روایت حضور ﷺ کے بعد اہتمام کے ساتھ شروع ہوا اور آپ ؓ حضور ﷺ کے بعد فقط چھ ماہ زندہ رہیں چنانچہ حضور ﷺ کے بعد تھوڑے دنوں زندہ رہنے کے باعث حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق ؓ سے بھی روایتِ حدیث کی کم ہوئی۔

حضرت فاطمہ ؓ کی ذہانت اور اُس پر رسول اللہ ﷺ کا مدح فرمانا :

آپ ؓ کا حقیقی علم اعلیٰ درجہ کا تھا جو معرفتِ الٰہی ہے، آپ کے رُتبہ کے موافق معتبر حدیث میں ہے کہ

ایک روز جناب رسول مقبول ﷺ نے جماعتِ صحابہؓ میں فرمایا کہ بتلاؤ عورتوں کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ کسی کی سمجھ میں کچھ جواب نہ آیا۔ حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف لائے اور جو کچھ مجلس نبوی میں گزرا تھا حضرت فاطمہؓ سے بیان کردیا۔ حضرت سردارِ زنانِ جنت نے اِرشاد فرمایا کہ آپ نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورتوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد اُن کو نہ دیکھیں۔ پس حضرت علیؓ مجلس نبوی میں واپس تشریف لائے اور یہ جواب بیان کیا جناب رسول مقبول ﷺ سے، حضور سرورِ عالم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ جواب تم نے کس سے سیکھا؟ جواب میں حضرت علی مرتضیٰؓ نے عرض کیا کہ فاطمہؓ سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے (یعنی جس طرح حق تعالیٰ نے مجھے علومِ کاملہ سے سرفراز فرمایا ہے فاطمہؓ بھی میرا جز ہونے کی وجہ سے صاحبِ فہم صائب اور ذی عقل سلیم ہے)۔ (کمافی روضۃ الاحباب وکنزالعمال)

اِس معرفت اور پھر اُس پر عمل سے یہ درجہ حاصل کیا کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ غصّہ ہوتا ہے بسبب غصہ فاطمہؓ کے اور راضی ہوتا ہے بسبب رضائے فاطمہؓ کے، یعنی حضرت فاطمہؓ جس پر غضبناک ہوتی ہیں اُس پر اللہ تعالیٰ کا بھی غصّہ ہوتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتی ہیں اُس سے خدائے تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا اپنی والدہ ماجدہ کو کہ شب جمعہ میں گھر کی مسجد میں نماز پڑھتی تھیں جس وقت کہ صبح ہوئی میں نے سنا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لیے بہت دُعائے خیر کی اور اپنے لیے کچھ دُعا نہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اے مادرِ مہربان کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لیے کچھ دُعا نہ فرمائی۔ فرمایا اے پیارے بیٹے ابتدا پڑوسی سے ہونا چاہیے، پھر اپنے مکان سے یعنی دوسروں کا خیال اوّل چاہیے، پھر اپنا۔

ایثار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا :

یہ شان ایثار کی کہ دوسرے کا خیال اپنے سے پہلے ہو حق تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمائی تھی اور یہ بڑا کمال ہے قرآن مجید کی آیت وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور مقدم کرتے ہیں (دوسروں کو) اپنی جانوں پر اگرچہ اُن کو خود بھی حاجت ہو) اِس ایثار کی مدح فرمارہی ہے اور پاکیزہ عادتوں کا خزانہ تھیں اور نہایت سچی جس سے ہر شخص کے دل میں اِن کی جگہ تھی۔

صدقِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا :

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعد رسول اللہ ﷺ کے میں نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو سچا نہیں پایا۔ ایک بار حضرت سیدۃ النساءؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ میں کچھ رنجش ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ دریافت فرمانے لگے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ جو فاطمہ کہتی ہیں وہی درست ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔

اشعۃ اللمعات میں صحیح سند سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے روز اپنی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو مجھے اطلاع دینا کہ میں اُس وقت (خاص طور پر) ذکر و دُعا میں مشغول ہوں (جمعہ کے روز جو گھڑی قبولیتِ دُعا کی ہے اُس میں بہت قول ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ وقت اخیر دن میں ہے) اور واضح ہو کہ دُعا میں اپنی ذات کو بھی شریک کرنا چاہیے اور اپنے نفس کی طرف سے بے پروانہ ہو مگر قصّہ مذکورہ میں شفقت اُمتِ محمدیہ ﷺ کی وجہ سے غالبًا ایسا غلبہ ہوا کہ اپنا خیال نہ رہا۔ اور حدیثوں میں دُعا کا طریق یہ بھی آیا ہے کہ پہلے اپنی ذات کے لیے دُعا کرے پھر دوسرے کے لیے۔ نیز تنہا بھی دوسرے کے لیے دُعا کرنا ثابت ہے اور اپنے لیے بھی تنہا دُعا کرنا ثابت ہے۔ غرض یہ کہ حضرت سیدۃ النساءؓ اعلیٰ درجہ کے کمالات سے متصف تھیں۔

اور جاننا چاہیے کہ انسان کے متعلق دو قسم کے حقوق ہیں جن پر اُس کی فلاح اور نجات موقوف ہے۔ اول وہ معاملہ جو بندہ کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ دوسرے وہ معاملہ جو اپنی ذات اور دوسرے بندوں کے درمیان ہے۔ سو عبادات کا شوق بطریق مذکور یہ اول مرتبہ کا کمال ہے اور اخلاق و عادات کا اچھا ہونا مخلوق پر شفقت ہونا یہ دوسرے قسم کا کمال ہے اور دونوں قسم کے کمال کی حکایات مذکورہ سے آپ کا کمال اچھی طرح واضح ہوگیا اور قرآن و حدیث آپؓ کی فضیلت کا اعلیٰ درجہ کا گواہ ہے۔

کثرتِ خدمتِ علمی حضرت عائشہؓ اور اُس کی وجہ :

حضرت عائشہؓ سے علمی فیض بہت کچھ جاری ہوا اِس لیے کہ آپ کی عمر زیادہ ہوئی اور دو ہزار دوسو دس حدیثیں اُن سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں اور عبادت کا موقع بھی بوجہ زیادتی عمر خصوصاً بحالتِ خلوت بعد وفات نبی ﷺ خوب ہاتھ آیا، اس لیے کہ حضور ﷺ کی خدمت جو اعلیٰ عبادت تھی اُس سے اِس قدر

فراغت نہ تھی کہ محض توجہ الی اللہ میں مشغول ہوتیں گو وہ خدمت بھی اعلیٰ درجہ کی عبادت تھی۔ مگر باوجود اِن تمام اُمور کے حضرت فاطمہ ؓ کا درجہ بڑھا رہا، وجہ یہ ہے کہ تقرب الٰہی اور ثواب جنت کچھ کثرت کام پر موقوف نہیں بلکہ رحمتِ خداوندی اور مراتبِ ایمان پر موقوف ہے۔ بعضے خاصانِ خدا تھوڑی عبادت میں بوجہ اپنی قوت ایمان اور یقین وزہد وغیرہ وہ درجہ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو باوجود کثرت خدمت علمی و عملی میسر نہیں ہوتا کیونکہ کثرت عبادت وکثرت علم کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جس درجہ کی عبادت ہے یا جس درجہ کا ظاہری علم ہے اُسی درجہ کا ایمان بھی قوی ہو اور تعلق دُنیا بھی نہ ہو اور زُہد و سخاوت وغیرہ بھی اُسی درجہ کا ہو، پس نظر اللہ تعالیٰ کی قلب اور نیت پر ہے مثلاً کوئی شاگرد اپنے اُستاد کی جانی مالی خدمت خوب کرتا ہے لیکن محبت اور توجہ کچھ زیادہ نہیں اور ایک دوسرا شاگرد ہے جو بوجہ عدم موجودگی مال یا کسی اور مانع کے پوری خدمت نہیں کر سکتا لیکن محبت اور تعلق اُس کو بہت زیادہ ہے اور بروقت قدرت کسی طرح اُس کو جان نثاری سے عذر نہیں، ظاہر ہے کہ اُستاد دوسرے شاگرد کی تھوڑی خدمت کو بڑا خیال کرے گا اور اُس سے محبت بھی زیادہ کرے گا۔ یہی برتاؤ بندوں کے ساتھ خدائے تعالیٰ کا ہے لیکن مقتضائے محبت و بجا آوری اِرشاد خداوندی یہ ضرور ہے کہ کسی درجۂ طاعت میں حتی القدور کوتاہی نہ کرے۔ خوب سمجھ لو حق تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) خدا ہی کے اختیار ہے جسے جو چاہے مرحمت فرمادے۔ حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ تمام تابعین سے ثواب میں بڑھ کر ہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات اور جامع صغیر میں اس باب میں حدیث نقل کی ہے جس کا یہی حاصل ہے۔ اصلی مقصود بعثت انبیاء سے یہ ہے کہ دُنیا سے بندہ منہ موڑے اور خدا کا عاشق بنے۔ انہوں نے کس قدر اِس مرحلہ کو طے فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ اور حضرت سعید بن المسیب ؒ کو علوم ظاہری میں اُن سے بڑھ کر اور تمام تابعین سے بڑھ کر لکھا ہے اور وہ بھی تابعین میں سے تھے لیکن ثواب اور تقرب الٰہی میں حضرت اُویس ؓ کے برابر نہ تھے۔ انسان کو چاہیے کہ حتی المقدور علوم ظاہری و باطنی تمام میں کمال حاصل کرے اور تعلیم مخلوق میں کسی درجہ اور اُن کی شفقت میں کچھ کمی نہ کرے اور اخلاق حمیدہ اور کمالاتِ مطلوب سے متصف ہو کر محبوبانِ الٰہی میں داخل ہو، بزرگانِ دین کے قصے بیان کرنے سے عمل کی ترغیب دِلانا مطلوب ہے نہ کہ محض کہانی بیان کرنا۔ (جاری ہے)

قسط : ۲ ، آخری

ندوۃ العلماء لکھنؤ انڈیا سے حضرت مولانا سیّد محمود حسن حسنی صاحب ندوی مدظلہم (نائب مدیر ماہنامہ تعمیر حیات) کی پاکستان آمد ہوئی، اس موقع پر ۲ ؍مئی کو جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ بھی تشریف لائے اپنی اس آمد پر جامعہ مدنیہ جدید کے اَساتذہ کرام اور طلباء سے مفصل خطاب فرمایا۔ اُن کے قیمتی بیان کا متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

اِصلاحِ نیت اور دین کی دعوت

﴿ حضرت مولانا سید محمود حسن حسنی صاحب ندوی مدظلہم ﴾

آپ جو ہیں وقت کے ظالم حکمرانوں کو اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ آپ اپنی زبانوں میں قوت پیدا کیجئے، اپنی زبانوں میں صلاحیت پیدا کیجئے اور صحیح اصلوب جانیئے، صحیح طریقہ کار جانیئے کہ آج آپ اس کی وجہ سے صحیح بات ظالموں کو بھی پہنچائیں۔ کیا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس نہیں گئے تھے؟ اللہ کو کیا معلوم نہیں تھا کہ فرعون نجات پائے گا کہ نہیں پائے گا، سب کچھ اللہ کو معلوم ہے۔ یہ انبیاء کی ذمہ داریاں نہیں ہیں یہ آج اُمت کی ذمہ داریاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد اَب اِس اُمت کی ساری ذمہ داری ہے چاہے سرکش کے سامنے چاہے سرکش نہ ہو جاہل ہو، چاہے ناواقف ہو چاہے عالم ہو سکالر ہو، چاہے دانشور ہو مفکر ہو، چاہے وہ دُنیا کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن آپ کو صحیح بات پہنچانی ہوگی، آپ کو صحیح بات اُس کے گوش گزار کرنی ہوگی۔ آج آپ اس ملک کو دیکھیں مختلف خطوں اور علاقوں کے لوگ ہیں لیکن آپ سوچیں ہم اِن خطوں میں تو کام کر سکتے ہیں، اِن زبانوں کو جانتے ہیں، ہم یہاں کام کرلیں گے اگر آپ اپنی اسی سوچ پر قناعت کر لیتے تو آپ تک دین کیسے پہنچتا۔

ہندوستان میں جو آج اِسلام پہنچا ہے اور جو آج آپ مسلمان ہیں، آپ جو آج اللہ کا نام لینے والے ہیں تو یاد رکھیے اگر اُسی پر قناعت کر لیتے تو آج آپ تک دین کیسے پہنچتا۔ اگر عرب قناعت کر لیتے اُسی پر تو اُن دنوں ہندوستان میں دین کیسے پہنچتا۔ اور مغربی ممالک مراکش میں دین کیسے پہنچتا۔ افریقہ کے علاقوں میں دین کیسے پہنچتا، مصر کیسے فتح ہوتا۔ شام کیسے فتح ہوتا، یہ عربوں کے اندر حوصلہ اور جذبہ تھا کہ ہمیں یہ کام کرنا ہے۔ آپ جانتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ نہیں گئے۔ آپ جو ہیں آپ وہیں رہے لیکن آپ کی اُمت کے افراد صحابہ جہاں تک پہنچ سکے وہ اُمت کے سب سے برگزیدہ اور خدا آشنا تھے، وہ جہاں تک پہنچ سکے پہنچے لیکن صحابہ کے بعد بھی تابعین کے بعد تبع تابعین اور اس کے بعد اولیاء اور فاتحین اور مجاہدین علمائے ربانیین داعیانِ حق، یہ سب پہنچتے رہے اور کام کرتے رہے۔ آپ ہندوستان اور ساحلی علاقوں پر جائیے اور پاکستانی ساحلی علاقوں پر دیکھئے کہ آج دین پہنچا ہے۔ آج جو عرب جارہا ہے اور اُن کے اندر جو امانت تھی، راست بازی تھی، سچائی تھی اور جو دیانت تھی اُس سے یہاں کے لوگ متاثر ہوئے۔ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے عادل ہیں جو ایسے منصب ہیں، بات سچی کرتے ہیں اپنا نقصان کرلیں چاہے۔ اِس کا اثر پڑا۔ عربوں کے کیا اخلاق تھے۔ افسوس کی بات ہے آج ہمارے عربوں کے اخلاق مغرب سے متاثر ہو چکے ہیں اور مغرب کی پرچھائی پڑ چکی ہے اُن پر۔ آج یورپ کی تحریک کا اثر پڑ چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج دین کی صحیح تصویر آپ کے سامنے نہیں آرہی ہے اس لیے کہ آج عربوں کی صحیح تصویر ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اس لیے یورپ نے ساری کوشش یہ کی امریکہ نے ساری کوشش یہ کی کہ عربوں کو تباہ کرے، ساری خامیاں عربوں میں لائے۔ اگر عرب خراب ہوئے تو سب خراب ہو جائیں گے۔ عرب ہے جہاں سے دین پھیلا ہے، عرب ہیں جو منبع خیر ہیں وہاں اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی وہیں سے صحابہ کرام اُٹھے اور دین کی روشنی کو دین کی کرنوں کو پھیلا دیا۔ ہم دیکھتے ہیں سورج کی کرنیں ہر طرف کیسے پھیلتی ہیں۔ اسی طرح عرب سے دین اُٹھا ہے اور دُنیا کے ہر کونے میں دین کی کرنیں پہنچا دیں۔

میں عربوں کے اخلاق کا ایک واقعہ آپ کو سناؤں گا۔ مکہ مکرمہ میں آج سے ساٹھ ستر سال پہلے جب وہاں یورپین تمدن نہیں آیا تھا۔ جب وہاں مغربی تہذیب نہیں آئی تھی تو وہاں حال یہ تھا کہ دُکانیں ہیں خریدنے والا آرہا ہے ایک دُکاندار دیکھ رہا ہے ہر گاہک میرے ہی پاس آرہا ہے۔ اُس دکان والے کے پاس جس کے پاس بھی مال ہے لیکن گاہک وہاں نہیں جارہے ہیں اور یہ خاموش ہے کہ اُس دکان والے کو محسوس نہ ہو وہ اِشارہ کرتا ہے کہ دیکھو مال اُدھر اچھا ہے تم اُدھر چلے جاؤ۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ اُس کے پاس کوئی جائے نہیں، وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھ ہی سے لوتا کہ اور پیسہ آئے بلکہ اِس کو یہ فکر ہے اپنے بھائی کی۔ تو اشارہ کرتا ہے کہ سامان اُس سے لے لو اور لے کر چلے جاؤ۔ یہ اخلاق تھے عربوں کے جنہوں نے اثر ڈالا۔

صحابہ کرامؓ کے اخلاق کی ایک مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ کا

واقعہ ہے۔ فتح الباری میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ انہیں ضرورت پیش آئی گھوڑا خریدنے کی، گھوڑے کی قیمت گھوڑے والے نے تین سو درہم لگائی اور انہوں نے دیکھا کہ یہ گھوڑا اگر ہم بیچتے تو کتنے کا بیچتے۔ انہوں نے دیکھا کہ گھوڑے کی قیمت زیادہ ہے لیکن یہ میری رعایت کر رہا ہے یا اِس کو صحیح دام معلوم نہیں صحیح اندازہ لگا نہیں پا رہا۔ انہوں نے کہا اِس گھوڑے کے دام اور بڑھاؤ۔ اُسے تعجب ہوا اور حیرت ہوئی کہ ہم اِن کو تین سو درہم میں دے رہے ہیں اور انہیں کیا ہو گیا، کہتے ہیں کہ دام اور بڑھاؤ۔ اُس گھوڑے والے نے دام اور بڑھائے چار سو درہم کر دیے۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ نے کہا نہیں دام اور بڑھاؤ۔ پانچ سو درہم کر دیے۔ جریر بن عبداللہؓ نے کہا دام اور بڑھاؤ انہوں نے چھ سو درہم کر دیے۔ انہوں نے کہا دام اور بڑھاؤ اِس سے زیادہ کا ہے، انہوں نے سات سو درہم کر دیے، انہوں نے کہا دام اور بڑھاؤ اِس سے زیادہ کا ہے، انہوں نے آٹھ سو درہم کر دیے۔ اور جریر بن عبداللہؓ نے وہ گھوڑا جو ہے خرید لیا آٹھ سو درہم دے کر۔ یہ تھے صحابہ کرام جو اپنے لیے پسند کرتے وہی دوسرے کے لیے پسند کرتے تھے۔ جیسا اُن کو اپنی منفعت کا خیال رہتا تھا ویسے ہی دوسرے کی منفعت کا خیال رہتا تھا۔ اگر ہم نے یہ اخلاق پیدا کیے تو صحیح طور پر ہم اُس وقت مؤثر ہوں گے ہماری بات کا اُس وقت اثر پڑے گا جب ہم میں صحیح جذبہ ہوگا جب ہماری صحیح نیت ہوگی جب ہمارا صحیح مقصد ہوگا جب ہمارا صحیح عمل ہوگا جب ہم اچھی زندگی کے ساتھ رہیں گے، جب ہم صحیح نمونہ پیش کر کے رہیں گے، جب ہم تقوے کے ساتھ رہیں گے، جب ہم احتیاط کے ساتھ رہیں گے۔ اپنی ازدواجی زندگی میں بھی احتیاط ہو، معاشرتی زندگی میں رہن سہن میں بھی احتیاط ہو، دوسروں کے حقوق کی فکر ہو، دوسروں کا خیال ہو۔ جب یہ سب ہم کریں گے اُس کے نتائج سامنے آئیں گے۔ بہر حال ہمارا اور آپ کا یہ فریضہ ہے ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہمیں دین کی فکر کرنی ہے، دین کو ہر جگہ پہنچانا ہے۔

حق دشمنوں کو بھی پہنچانا ہے، مخالفوں کو بھی پہنچانا ہے، دوستوں کو بھی پہنچانا ہے اور دوسری قوموں کو بھی پہنچانا ہے، دوسری تہذیبوں کو بھی پہنچانا ہے۔ دوسرے علاقوں کو پہنچانا ہے، بتا دینا ہے کہ یہ تہذیب برحق ہے اس تہذیب میں سارے انسانوں کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے، اور جو تہذیبیں ہیں وہ تہذیبیں ایسی ہیں کہ وہ انسانی حقوق کو سلب کر رہی ہیں، انسانی حقوق کو نقصان پہنچا رہی ہیں حالانکہ لیبل وہ لگائے ہوئے ہیں، ہمارے ہاں انسانی حقوق کا خیال رکھا گیا ہے لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔

آج ہماری ذمہ داری بنتی ہے جو آپ حدیث کی کتابیں پڑھ رہے ہیں جو قرآن مجید میں پڑھ رہے ہیں

اس میں ہر چیز بتادی گئی ہے تو ہم اِس کو صحیح طور پر سمجھ کر اور پڑھ کر دوسروں تک منتقل کریں اور پہنچائیں۔ ہماری ذمہ داری ہے یہ اور آپ دیکھئے ایک جگہ صاف طور پر قرآن مجید میں فرمایا بھی گیا ہے دین میں تفقہ حاصل کریں اور وہیں آخر میں بتلایا گیا ہے ایک مقصد اُس کا، وہ حاصل کرنے کے بعد دین کی سمجھ پیدا کرنے کے بعد دین کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے علاقوں میں جائیں، اپنے ان لوگوں کی طرف جائیں اور اُن کو ڈرائیں ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہم اِسی پر اکتفاء نہ کریں کہ ہمیں جان لینا ہے ہمیں دین کی سمجھ پیدا کرلینی ہے ہمیں دین کی معلومات حاصل کرلینی ہے، ہم نے جان لیا ہمارا رب کس سے راضی ہوتا ہے بس کافی ہے۔ یہ ہرگز کافی نہیں ہے، ہمیں دوسروں کی فکر کرنی ہے اور ہمیں اِس راستے میں تکلیفیں جھیلنی ہیں جو مشقتیں آنی ہیں اور جو مصیبتیں آئیں گی۔ ہمارے بزرگانِ دین نے کیا کیا تکلیفیں نہیں اُٹھائیں تو جو تکلیفیں اُٹھائیں تو آج دین ہم تک پہنچا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ جاکر کے دیکھیے، ہندوستان کے اُن علاقوں میں جہاں انہوں نے دورے کیے۔ آسام کا علاقہ، بنگال کا علاقہ، مغربی یوپی اور دِلی کے قریب کا علاقہ، تو آج آپ دیکھئے کتنے کتنے بڑے علاقے آج ایمان والے ہیں، دین والے ہیں لیکن اِن کو کیا نہیں جھیلنا پڑا، انہیں کیا تکلیفیں نہیں اُٹھانی پڑیں، انہیں کیا کچھ نہیں سننا پڑا، لیکن سن لیا دین کی خاطر اللہ کی خاطر تو آپ دیکھئے قوموں کی قومیں، برادریاں کی برادریاں آج ایمان والی بن گئیں۔

حضرت مولانا کرامت علی راج جونپوری جب اُٹھے ہیں اور دین کے لیے گئے ہیں اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے پاس آئے تھے تو آپ جہاد پر جارہے ہیں، سرحد کی طرف اور پشاور کی طرف ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے اور جہاد کریں گے۔ کافروں سے دین کے دُشمنوں سے۔ حضرت سید صاحبؒ نے کہا وہاں تو ہم لوگ جارہے ہیں، ایک جماعت ہے جو وہاں لگے گی کام کرے گی لیکن کچھ علاقے ایسے بھی ہیں وہاں کوئی جا نہیں رہا تم جاؤ ذرا۔ انہوں نے بنگال اور آسام کا رُخ کرنے کو کہا۔ وہ بالکل شروع میں گئے، اور انہوں نے وہاں محنت کی اور سمجھانا شروع کیا دین کو۔ وہاں اُس وقت ہندوؤں کی اکثریت تھی لیکن اُنہوں نے محنت کی اور خوب محنت کی اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا وہاں مسلمان اقلیت میں تھے، وہ مسلمان اکثریت میں ہوگئے حالانکہ اِن کے خلاف قتل کی سازشیں ہوئیں، مارنے اور اُن کو نقصان پہنچانے کے لوگ درپے ہوگئے، اور اُن کے خلاف سازشیں کی جاتی تھیں لیکن وہ تکلیفیں برداشت کرتے تھے، صبر کرتے تھے، تحمل سے کام لیتے تھے۔ یہ کوئی ایک مثال نہیں ہے۔ کس طریقہ سے

ہمارے سلف نے کس صبر سے کس ہمت کے ساتھ اِن فتنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ فتنے آتے ہیں، ظلمات آتے ہیں جو لوگ فتنوں میں ہوتے ہیں وہ اندھیروں میں ہوتے ہیں۔ اندھیرے میں آدمی حق کے نور کو کیا جانے گا، توحید کے نور کو وہ کیا جانے گا سنت کے نور کو کیا جانے گا۔ ہمیں تو سنت کے نور کو پھیلانا ہے، ہمیں توحید کے نور کو پھیلانا ہے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ بڑے پتے کی بات فرمایا کرتے تھے۔ آخر میں اِن کا بہت زور ہوتا تھا، وہ کہتے تھے دیکھو ظلمات بہت آرہی ہیں، گناہوں کی ظلمات اپنی جگہ ہیں وہ آرہی ہیں لیکن ان ظلمات کو دُور کرنے والی جو چیز ہے وہ توحید کا نور ہے، سنت کا نور ہے تو اپنے اندر اِس نور کو پیدا کرو اور توحید کی بات کہو، دوسرے تک پہنچاؤ۔ سنت کی بات کو یاد دِلاؤ۔ یہ نور ہے اِس نور کے ساتھ یہ ظلمت دور ہوجائے گی۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ جو کتابیں ہم پڑھ رہے ہیں وہ ہمیں صحیح طور پر سمجھ میں آنے لگیں۔ اگر ہم نے آج محنت سے تعلیم حاصل کرلی تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے ذریعہ کتنا نور پھیلے گا۔

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، ہماری نگاہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے، حالانکہ وہ ان کے خلفاء میں سب سے کم سن تھے لیکن وہ خلیفۂ اعظم تھے، اُن کا مرتبہ اُن کا مقام بہت اُونچا تھا، اللہ نے اُن سے کام لیا۔ انہوں نے یہ ادارہ قائم کیا ہے، اُن کا اخلاص تھا اُن کا یہ جذبہ تھا، حوصلہ تھا اور اصل آدمی کا اخلاص ہوتا ہے۔ آج جو آپ دارالعلوم دیوبند کا فیض دیکھ رہے ہیں۔ مظاہر العلوم سہارنپور کا جو آپ فیض دیکھ رہے ہیں یہ سب دارالعلوم کے بانیان کے اخلاص کی بات ہے۔ مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا اخلاص کام کررہا ہے۔ مولانا سعادت علیؒ مولانا احمد علی محدثؒ کا اخلاص کام کررہا ہے۔ مولانا.........اور بعد میں مولانا عبدالحی حسنیؒ وغیرہ کا اخلاص کام کررہا ہے۔ اور پھر جو بعد میں اُن کو شخصیات ملیں اُن کا اخلاص کام کررہا ہے۔ اور یہاں آپ کو ایک برگزیدہ اور عالی مرتبت بانی ملا ہے تو اِس پر آپ کو فخر ہونا چاہیے الحمد للہ ہمیں فخر ہے کہ آپ کے اس مدرسہ کو ایسا بانی ملا ہے جن کا اللہ سے تعلق بڑا مضبوط تھا جو بڑا ہی مخلص تھا جن کے اندر بڑا حوصلہ تھا جنہوں نے بڑے جذبے کے ساتھ بڑے اعلیٰ مقاصد کے ساتھ بڑی محنتوں کے ساتھ اس اِدارے کو قائم کیا ہے اور اُن کے اخلاص جو اُن کے جانشین ہیں جو اُن کے اس فکر کو اِس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ لیکن آپ بھی اُن کے جانشین بنیئے۔ اگر آپ علم کے ساتھ عمل بھی اختیار کرتے ہیں، آپ علم کو اُس کے نور کے ساتھ حاصل کرتے ہیں، نور تقویٰ ہے۔ اگر آپ نے تقویٰ اختیار کیا تو آپ کا علم نور

کے ساتھ پھیلے گا اور عام ہوگا۔ تو آپ اِن اکابر کے ان مشائخ کے صحیح جانشین ہوں گے، دیکھئے تعلیم و تدریس، یقین واحسان یہ ایک کڑی کی حیثیت رکھتا ہے یہ ایک سلسلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید جب تک ہے دین رہے گا، علماء رہیں گے، مدارس رہیں گے۔ مدارس کا رشتہ قرآن سے ہے، علماء کا رشتہ قرآن سے ہے، دین کا رشتہ قرآن سے ہے، قرآن کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اور جب قرآن نہیں رہے گا تو دُنیا بھی نہیں رہے گی۔ دین نہیں رہے گا تو دُنیا بھی نہیں رہے گی، اُمت نہیں رہے گی تو دُنیا بھی نہیں رہے گی۔ اس بات کو سمجھنا چاہیے۔

آپ جو ہیں اُمت کے پسندیدہ افراد ہیں کیونکہ آپ کا تعلق قرآن پاک سے ہے، آپ کا تعلق دین سے ہے، دین کا تعلق قرآن پاک سے ہے لیکن اگر آپ نے اس تعلق کو مضبوط کیا، قرآن پاک کو خوب مضبوط کیا تو اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے آپ سے نور پھوٹے گا جیسے قرآن سے نور پھوٹتا ہے اور پھیلتا ہے۔ آپ جتنا مضبوط اِس سے رہیں گے آپ سے نور پھوٹے گا اور پھیلے گا۔ آپ ایسے بنیئے کہ آپ کی شعاعیں دُور دُور تک جائیں، آپ سورج بنیئے، آپ ایسے بنیئے کہ آپ کی روشنی ہر طرف پھیل جائے اور دور دور تک لوگ روشنی حاصل کریں اور ظلمات کافور ہوتی چلی جائیں ہٹتی چلی جائیں۔ ہمیں آپ کے سامنے یہ بات اِس لیے کہنی ہے کہ آپ دیکھئے اللہ کے رسول نے دین سکھایا صحابہ کو، صحابہ نے تابعین کو، تابعین نے تبع تابعین کو اس سے آفتابِ علم پیدا ہوئے، محدثین عظام بھی پیدا ہوئے، بعد میں اسی طرح دین پھیلتا رہا آتا رہا۔ یہاں تک کہ برابر انہی علماء کے ذریعے انہی داعیانِ حق کے ذریعے سے انہی حقانی حضرات کے ذریعے سے آج دین ہم تک آپ تک پہنچ گیا ہے۔

ہمارے بڑے حضرات اپنا کام کر کے چلے گئے، آج دیکھئے کہاں کہاں دین پہنچ رہا ہے اور پھیل رہا ہے۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں اُس زنجیر میں آئیں، اُس زنجیر کی کڑی بنیں اُس زنجیر کا حصّہ بنیں۔ تو آپ اسی جذبہ کے ساتھ اُسی ہمت کے ساتھ اُسی حوصلہ کے ساتھ اُسی نیت کے ساتھ اُسی اعلیٰ مقصد کے ساتھ اس دین کو دوسروں تک پہنچانے کا کام کریں۔ اگر آپ نے یہ کام کر لیا اور کرتے کرتے آپ مر گئے آپ کی روح نکل گئی، آپ کی جان نکل گئی تو آپ اُس زنجیر کا حصہ بن کر گئے۔ آپ سمجھ لیجئے جب زنجیر کا آپ حصہ بن گئے تو رسول اللہ ﷺ پر جب اللہ کے انعامات ہو رہے ہوں گے۔ زنجیر کی آپ کڑی ہوں گے تو آپ پر بھی وہ عنایت ہوں گے۔ اس لیے اُمت کی فضیلت ہے دوسری اُمتوں پر۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اُمت کی فضیلت دوسری امتوں پر اس لیے ہے اوروں کو یہ چیز حاصل نہیں ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقیناً بعد میں رکھا لیکن آپ کو فضائل کے اعتبار سے

مناقب کے اعتبار سے بہت اعلیٰ بنادیا............. کردیا اور آپ کو اولیّت دے دی ہے لیکن اگر آپ خود ہی وہ فضیلت حاصل کرنا نہ چاہیں وہ مقام حاصل کرنا نہ چاہیں تو کون آپ کو وہ رُتبہ دے سکتا ہے۔

ہمیں آپ سے یہ کہنا ہے یہ فکر آپ کے سامنے رکھنی ہے، یہ جذبہ سامنے رکھنا ہے، ایک کام تو اللہ نے کردیا کہ آپ کو زبردست بانی دے دیا جس نے نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے جذبہ کے ساتھ، اعلیٰ درجہ کے حوصلہ کے ساتھ بنیاد رکھی۔ اب آپ نہایت اعلیٰ درجہ کی نیت نہایت اعلیٰ درجہ کے حوصلہ نہایت اعلیٰ درجہ کے جذبے اور محنت کے ساتھ اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور صلاحیت پیدا کرنے کے لیے لگ جائیے۔ اس جذبے کے ساتھ جب آپ دوسروں تک بات پہنچائیں گے دین حق کی تعلیم کو پہنچائیں گے۔ آپ اس مشن سے جڑیئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو سرخرو کرے گا۔ دُنیا میں بھی سرخرو کرے گا آخرت میں بھی سرخرو کرے گا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات سے نوازے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور جو آج فتنے آرہے ہیں اور جو آج دُشمنانِ اسلام ہمارے خلاف سازشیں کررہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سازشوں کا مقابلہ کرنے، اُن فتنوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہمارے اندر پیدا فرمائے اور دوسروں کو بھی چوکنا کرنے اور ان فتنوں سے نکالنے ان آزمائشوں سے نکالنے ان مصیبتوں سے بچانے کی صلاحیت کی توفیق ہمارے اندر عطا فرمائے۔ بس اسی پر ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو قبول فرمائے مبارک فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

۞ ۞ ۞

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

نوٹ : کبھی اچانک کسی مجبوری کی وجہ سے درس اپنے مقررہ وقت پر نہیں ہوتا لہٰذا زحمت سے بچنے کے لیے مستورات ایک دن پہلے فون پر رابطہ کرلیا کریں۔ (ادارہ)

فون رابطہ : 042-5162725 042-7726702

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اھم خوشخبری

اللہ کے فضل وکرم اور بانیٔ جامعہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اِس سال سے جامعہ مدنیہ جدید میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ اللہ رب العزت کے حضور شکر گزاری کرتے ہوئے اور اُس سے قبولیت کی اُمید رکھتے ہوئے

۱۸؍رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۳؍اگست ۲۰۰۶ء بروز اتوار بعد نمازِ مغرب

تقریب ختمِ بخاری شریف

کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اِس مبارک تقریب میں شرکت کی عام اجازت ہے۔

الداعی الی الخیر

سیّد محمود میاں غفرلہٗ و اراکین وخدام جامعہ مدنیہ جدید

فون : 042 - 7726702

موبائل : 0333 - 4249301 0321 - 4918443

نوٹ : لاہور کے باہر سے تشریف لانے والے حضرات اپنی آمد سے قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ خواتین کے لیے پردہ کا انتظام ہے۔

☆ شرکت کی خواہش مند خواتین بھی ایک ہفتہ قبل بذریعہ فون اپنی آمد سے آگاہ کریں تاکہ اُن کی تعداد کے مطابق انتظام کیا جا سکے۔

شیزان کمپنی کی مصنوعات کا بائیکاٹ

بسلسلہ اصلاحِ خواتین

عورتوں کے عیوب اور اَمراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

شیخی کا مرض :

شیخی مذموم اور ممنوع ہے اور یہ ذمیمہ (یعنی شیخی بگھارنے کی بری عادت) عورتوں کی گویا سرشت میں داخل ہے۔ اُٹھنے میں بیٹھنے میں بولنے میں چالنے میں اور زیور میں تو ایسا اِس شیخی کو اپنایا ہے کہ اِس کی بنیاد ہی اِس پر ہے۔ زیور بلا باجے کے نہیں پہنیں گی۔ باجے میں فائدہ یہ ہے کہ کہیں جائیں تو پہلے ہی سے مردوں عورتوں سب کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوجائے۔ جب کہیں جائیں گی تو ڈولی (رکشہ وغیرہ) سے اُترتی ہیں۔ گھر میں اطلاع کے لیے کہا جائے گا کہ بیگم صاحبہ آئی ہیں۔ وہاں پہنچ کر ایسی جگہ بیٹھیں گی کہ سب کی نظریں اِن پر پڑیں۔ ہاتھ کان ضرور دکھلائیں گی، ہاتھ کسی کام میں گھرا ہو تب بھی کسی بہانے سے نکالیں گی۔ اور کان کو ڈھکے ہوئے ہوں مگر گرمی کے بہانے سے یا کسی ضرورت سے کھول کو ضروری دکھلائیں گی کہ ہمارے پاس اِتنا زیور ہے۔ اور اگر کوئی عورت مہذب ہوئی اور بہشتی زیور پڑھی ہوئی ہے اور دِکھاوے اور شیخی کی مذمت اِن کو یاد ہوئی تو خدا سلامت رکھے باریک کپڑے اِن کے بلا ارادہ سب بناؤ سنگار کو دکھلا دیتے ہیں۔ اور اگر کسی کی نظر نہ بھی پڑے تو کھجلی اُٹھا کر کان تو دکھا ہی دیں گی جس سے اندازہ کیا جائے کہ جب اِتنا زیور اِن کے کانوں میں ہے تو گھر میں نہ معلوم کتنا ہوگا چاہے گھر میں خاک نہ ہو۔ یہ گناہ تو ہاتھ پیر سے کیے۔ پھر وہیں بیٹھتے ہی سوائے غیبت کے اور کوئی دوسرا مشغلہ ہی نہیں۔ ان عورتوں کی شیخی کے دو موقعے ہوتے ہیں۔ ایک خوشی کا ایک غمی کا، انہی دو موقعوں میں اجتماع ہوتا ہے۔ (التبلیغ دواء العیوب)

عورتوں کو ایسا غلو ہوا ہے کہ اِس تصنع (شیخی اور دِکھلاوے کے اہتمام میں خاوند کی اچھی آمدنی بھی اِن کو کافی نہیں ہوتی اور سب آمدنی لے کر مردوں کو بے وقوف بنانا چاہتی ہیں۔ جو مرد اِن کی مرضی کے موافق چلے اور اِن سے حساب و کتاب نہ لے اور آنکھ بند کر کے خرچ کرنے دے وہ اِن کے نزدیک بہت اچھا ہے۔ آپس میں بیٹھ کر فخر کرتی ہیں کہ میرے میاں تو ایسے ہیں کہ دے کر پوچھتے بھی نہیں کہ کہاں خرچ کیا جو مرد اُلو اور احمق ہو وہ اِن کے نزدیک اچھا ہے اور جو منتظم ہو اور دیکھ بھال کر خرچ کرے تو اُس کو کہتی ہیں کہ ہمارے میاں تو بڑے جلاد ہیں

ظالم ہیں کیا مجال ہے کہ ہم پیٹ بھر کر بھی کھالیں ہم تو اُس کے راج میں کھانے پینے کو بھی ترس گئے۔

غرض اِن کو یا شہرت اور تفاخر میں آزاد چھوڑ دو جب تو خیر ہے ورنہ پھر اِن کا منہ سیدھا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں کس قدر عیب والی ہیں جن کو دُنیا کے عقلاء نے بھی عیب کہا ہے کہ کسی اخلاقی کتاب کو اُٹھا کر دیکھئے یہی لکھا ہوگا کہ اِن عیبوں سے بچو۔ مگر یہ عیب ایسے جمے ہوئے ہیں کہ عورتوں کی کوئی بات بھی اِن سے خالی نہیں، اِن کا رات دن فخر کرنے (اور شیخی بگھارنے) ہی میں گزرتا ہے۔ خاوند پر فخر، مکان پر فخر، جائداد پر فخر، نسب پر فخر۔ جب پڑھی لکھی اور دین دار عورتوں میں تفاخر و شیخی اِس طرح رچا ہوا ہے تو دُنیا والوں میں کیوں نہ ہو، اِسی طرح عورتوں کو بار بار کپڑے بدلنا اور اِسی میں گھنٹوں وقت صرف کرنا (فخر کے لیے کرتی ہیں) غرض ہر کام میں شیخی اور تفاخر موجود ہے۔ عورتوں میں زیادہ مردوں میں کم (دواء العیوب التبلیغ)۔

شیخی اور تکبر و ریاکاری سے بچنے کی عمدہ تدبیر :

شیخی سے بچنے کے لیے ایک ترکیب میں نے مردوں کو سکھلائی ہے گو عورتیں اِس سے بہت خفا ہوتی ہیں مگر وہ شیخی کا علاج ہے۔ (بڑی اور سمجھدار عورتوں کو چاہیے کہ اِس کا رواج ڈالیں) وہ ترکیب یہ ہے کہ عورتوں سے یہ تو مت کہو کہ آپس میں جمع نہ ہوں۔ یہ تو ہونا مشکل ہے اور اِس میں معذور بھی ہیں اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ جنس کا میلان اپنی جنس ہی کی طرف ہوتا ہے۔ عورتوں کا دوسری عورتوں سے ملنے کا کبھی تو جی چاہتا ہے اِس لیے اس میں تو سختی نہ کرو۔ مگر یہ کرو کہ کہیں جاتے وقت کپڑے نہ بدلنے دیا کرو۔ اس کے لیے مردانہ حکومت سے کام لو اور جب کہیں جائیں تو سر پر کھڑے ہو کر مجبور کرو کہ کپڑے نہ بدلنے پائیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں بھنگنوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کی طرح رہیں اور ڈولی رکشہ آتے ہی بن سنور کر ''بیگم صاحبہ'' بن جائیں۔ ہر چیز کی کوئی غرض اور غایت ہوتی ہے۔ کوئی اِن سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض غایت ہے کیا؟ صرف غیروں اور دوسروں کو دکھانا ہے۔ تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اُس کے سامنے تو کبھی نہ پہنے جائیں اور غیروں کے سامنے پہنے جائیں۔ حیرت ہے کہ شوہر سے کبھی سیدھے منہ نہ بولیں کبھی اچھا کپڑا اُس کے سامنے نہ پہنیں اور دوسروں کے گھروں میں جائیں تو شیریں زبان بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھے چڑھے پہن کر جائیں۔ کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے، یہ کیا انصاف ہے؟ یہ باتیں ذرا شرم کی سی ہیں مگر اصلاح کے لیے کہی جاتی ہیں۔ (باقی صفحہ ۴۹)

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

✿✿✿

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ طیبہ مجلس کے بارے میں :

☆ آنحضرت ﷺ وعظ و تلقین کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے کہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔

☆ آپ ﷺ کی مجلس میں اگر کسی آنے والے کو آپ ﷺ خاص اعزاز دینا چاہتے تو آپ ﷺ اُس کے لئے اپنی چادر بچھادیتے۔

☆ جب آنحضرت ﷺ کسی مجلس میں شرکت فرماتے تو اہل مجلس کی گفتگو میں بے ربط اپنا خیال پیش نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنے سلسلۂ گفتگو کو ختم نہ کر لیتے۔

☆ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور کوئی آپ ﷺ کی تعظیم کیلئے کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ برا مانتے۔ چنانچہ جب صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کی یہ عادتِ مبارک پہچان گئے تو آپ ﷺ کی تشریف آوری پر اُن میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوتا۔

☆ آنحضرت ﷺ کسی مجلس میں شرکت فرماتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف رکھتے، مجلس کے بیچ میں جا کر بیٹھنے کی کوشش نہیں فرماتے۔

☆ آنحضرت ﷺ صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور کسی ضرورت سے آپ ﷺ کو گھر میں تشریف لے جانا ہوتا اور پھر آنے کا اِرادہ نہیں ہوتا تو آپ ﷺ اپنے جوتے پہن کر جاتے اور اگر آپ ﷺ کو پھر واپس آنا ہوتا تو اِس کی علامت یہ ہوتی کہ آپ ﷺ اپنے جوتے مجلس ہی میں چھوڑ جاتے اور آپ ﷺ برہنہ پا اندر گھر میں تشریف لے جاتے۔

☆ آپ ﷺ مجلس میں اپنے اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو اپنے زانو مبارک کو ہم جلیسوں سے آگے نہیں بڑھنے دیتے کہ امتیاز پیدا نہ ہوجائے۔

☆ صحابۂ کرام ؓ مجلس میں بیٹھے ہوئے جس گفتگو میں مصروف ہوتے آپ ﷺ بھی گفتگو میں اُن کے شریک ہو جاتے۔

☆ آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے آخرت کے معاملات پر گفتگو فرماتے ہوتے جب آپ ﷺ دیکھتے کہ حاضرینِ مجلس موضوعِ زیرِ بحث پر کم توجہ دے رہے ہیں اور کچھ اُکتا سے رہے ہیں (یہ آپ ﷺ اُن کے چہروں سے معلوم فرمالیتے) تو آپ ﷺ فوراً موضوع گفتگو کو بدل کر دُنیا کے کسی معاملہ پر بات چیت کرنے لگتے، جب محسوس فرمالیتے کہ اہلِ مجلس خوش ہو گئے تو پھر آخرت کا ذکر چھیڑ دیتے۔

☆ اگر کوئی شخص کھڑے کھڑے کسی بات کے متعلق سوال کرتا تو آپ ﷺ اِس کو ناپسند فرماتے اور تعجب سے اُس کی طرف دیکھتے۔

☆ اگر کسی مسئلہ کے بیان میں حضور انور ﷺ مصروف ہوتے اور قبل اِس کے کہ سلسلۂ بیان ختم ہو کوئی شخص دوسرا سوال پیش کر دیتا تو آپ ﷺ اپنے سلسلۂ تقریر کو بدستور جاری رکھتے، معلوم ہوتا کہ گویا آپ ﷺ نے سنا ہی نہیں۔ جب گفتگو ختم کر لیتے تو سائل سے اُس کا سوال معلوم کرتے اور اُس کا جواب دیتے۔

☆ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کے مجمع میں ہوتے تو بیچ میں تشریف رکھتے اور صحابہ ؓ حضور اکرم ﷺ کے اِرد گرد حلقے پر حلقہ لگائے بیٹھے ہوتے اور آپ ﷺ بوقت گفتگو کبھی اِدھر رُخ کر کے تخاطب فرماتے اور کبھی اُدھر، گویا حلقہ میں سے ہر شخص بوقتِ گفتگو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ لیتا۔

☆ آپ ﷺ جب کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ .**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْکَرِیْمِ

مکتوبِ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم
سرپرست اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (ہند)

بنام ذمہ دارانِ مدارس ومکاتب

مکرمان ومحترمان حضراتِ اکابر وذمہ دارانِ مدارس .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ پاک کا شکر ہے، بندہ بعافیت ہے۔ اُمید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ آج ذمہ دارانِ مدرسہ کو ایسے علماء تیار کرنے چاہئیں جن کی پڑھنے ہی کے زمانہ میں پڑھانے کی نیت کرائی جائے۔ وہ فارغ ہوکر پڑھائیں اور پڑھنے ہی کے زمانہ میں تھوڑا تھوڑا وقت لگا کر دعوت وتبلیغ سے مناسبت پیدا کریں اور پڑھنے کے زمانہ میں جس کی طرف اُس کا رجحان ہو بیعت کا تعلق کرادیں تاکہ پڑھنے کے ساتھ سلوک سے مناسبت ہوجائے پھر جہاں بیٹھے تینوں کام کرنے والا ہو۔ ایک طرف تعلیم دے رہا ہو اور ایک جگہ دعوت وتبلیغ کی خدمت کررہا ہو اور ایک طرف بیٹھ کر اپنے معمولات پورے کررہا ہو اور دوسروں کے معمولات پورے کرانے کا ذریعہ بن رہا ہو۔ آج پوری دُنیا میں ہر سال اتنے علماء فارغ ہونے کے باوجود مکاتب میں پڑھانے والے نہیں ملتے۔ مدارس میں کتابیں پڑھانے والے نہیں ملتے، مراکز میں جماعتیں لے کر چلنے والے نہیں ملتے اور خانقاہوں میں ذاکرین کی وہ مقدار نہیں ہوتی جیسی ہونی چاہیے۔ پوری دُنیا میں جو کچھ اِس لائن سے نظر آرہا وہ ''صفہ'' پر ایک جگہ ہورہا تھا وہیں مبلغین تیار ہورہے تھے، وہیں مجاہدین تیار ہورہے تھے۔ آج ضرورت اِس بات کی ہے کہ صفہ کی ترتیب پر سارے اعمال ایک جگہ ہورہے ہوں۔ میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ پوری دُنیا میں یہ ماحول بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام
محمد طلحہ کاندھلوی
۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مقلدین کے بارے میں غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیثوں) کا نقطہ نظر

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ! قارئین کرام! ۲۰۰۵ء کے جون کے مہینے میں بندہ کو پروفیسر محمد رفیق اذفر کی قیادت میں عمرہ کے لیے حرمین شریفین جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس مرتبہ قاری عتیق اللہ صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفًا کے توسط سے مولانا ڈاکٹر سعید احمد سیالکوٹی سے ملاقات ہوئی۔ مولانا ایک متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ تدریس کے علاوہ خدمت خلق اور اشاعت دین کے جذبے سے سرشار ہیں۔ مولانا کے حکم پر ایک تقریب میں جانے کا موقع ملا، وہاں فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حرمین شریفین میں غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیثوں) کی مقلدین کے خلاف عمومی اور احناف کے خلاف خصوصی چیرہ دستیوں کا ذکر آیا، تو بندہ نے کہا کہ حکومت سعودی کا سرکاری مذہب تو فقہ حنبلی ہے، کیا یہ لوگ انہیں بھی مشرک کہتے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں پر غیر مقلدین تقیہ بازی کرتے ہیں اور تقلید کا مسئلہ نہیں چھیڑتے، کیونکہ اگر یہاں رہ کر مقلدین کو مشرک کہیں تو ان کے ریال بند ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر اپنے آپ کو سلفی وغیرہ کے نام سے متعارف کراتے ہیں۔ انکی ''رفع یدین'' اور ''آمین'' چونکہ حنابلہ سے ملتی ہے اس لیے اپنا غیر مقلد ہونا ظاہر نہیں کرتے، بلکہ سعودی علماء کے ذہن نشین کراتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے تمام حنفی قبر پرست اور شرک کے مرتکبین میں سے ہیں اور اپنے آپ کو اُن کا ہم مسلک بتاتے ہیں۔ اس طرح احناف کے خلاف سازشیں کرنے کی انہیں کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور وہ اِس سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر یہاں رہنے والے احناف کا ناطقہ بند کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔

اُن کی یہ باتیں سن کر یاد آیا کہ ایک غیر مقلد عالم بدیع الدین عرف پیر جھنڈا بھی سعودی عرب میں مستقل رہتے تھے۔ اُنہوں نے کسی نجی محفل میں کہہ دیا کہ ''مقلد مشرک ہیں خواہ حنبلی ہوں یا حنفی''۔ جب سعودی حکام کو اِن کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو انہیں سعودی عرب سے نکال دیا گیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سعودی عرب میں

رہنے والے غیر مقلدین وہاں بیٹھ کر مقلدین کو مشرک نہیں کہتے بلکہ ''کتمانِ حق'' کر کے حکومت سے ریال حاصل کرتے ہیں فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی.

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر میں نے سوچا کہ قارئین کے ذہن نشین کراؤں کہ غیر مقلدین کے نزدیک تقلید کیا چیز ہے؟ آیا تقلید جائز ہے یا نہیں؟ اگر تقلید ناجائز ہے تو اُن کے نزدیک مقلدین کا کیا حکم ہے، وہ مسلمان ہیں یا مشرک؟ اِس سلسلہ میں غیر مقلدین کے جیدا کابر کی کچھ کتابوں کو سامنے رکھ کر اُن کا تقلید اور مقلدین کے بارہ میں کیا نظریہ ہے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ منصف مزاج قارئین اِسے پڑھ کر غیر مقلدین کے متعلق اپنے نرم گوشہ پر نظر ثانی فرمائیں گے اور اگر کوئی عالم سعودی علماء اور سعودی حکومت کے زعماء کو اِس مقالہ کا عربی ترجمہ کر کے پہنچادے جس کی جزا صرف اللہ کے پاس ہے، اُمید واثق ہے کہ اگر سعودی علماء تقلید کے بارے میں اس فرقہ کے نظریات سے آگاہ ہو کر سعودی حکومت کو مطلع کریں تو اُن کی ریشہ دوانیوں سے اُمت مسلمہ کو محفوظ بنایا جاسکتا ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِ تْمَامُ مِنَ اللّٰہِ .

سب سے پہلے تقلید اور مقلدین کے بارے میں غیر مقلدین کے ایک بہت بڑے عالم پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری کے رسالہ جات سے کچھ حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ چاروں مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے بارے میں ایک پڑھے لکھے غیر مقلد کے نظریات سے آگاہی حاصل ہو۔ حافظ صاحب نے پہلے باضابطہ درس نظامی پڑھا تھا پھر پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد ایف سی کالج بہاولپور میں بطور لیکچرار کام کیا۔ بعد میں بہاولپور یونیورسٹی میں چلے گئے اور وہیں سے ریٹائرڈ ہوئے اور ۱۹۹۱ء میں وفات پائی۔ آپ نے ایک رسالہ بنام ''اصل اہلِ سنت'' تحریر کیا جو علیحدہ بھی مل جاتا ہے اور رسائل بہاولپوری میں بھی شامل ہے۔ میرے پیش نظر اُس کا وہ نسخہ ہے جو ''مرکز الدعوۃ والارشاد مین بازار چشتیاں'' کی طرف سے شائع ہوا ہے، اُس کے صفحہ ۳ پر یوں رقمطراز ہیں۔

سوال : وہ اماموں کو کیسے مانتے ہیں؟

جواب : نبیوں کی طرح۔

سوال : نبیوں کی طرح کیسے؟

جواب : اُن کی پیروی کرتے ہیں، اُن کے نام پر فرقے بناتے ہیں، حالانکہ پیروی اور

انتساب نبی کا حق ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی اور مرزائی جو کافر ہیں وہ تو اپنی نسبت نبی کی طرف کر کے عیسائی اور احمدی کہلائیں اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے نبی کو چھوڑ کر اپنی نسبت امام کی طرف کریں اور حنفی کہلائیں۔ کیا عیسائی اور مرزائی اچھے نہ رہے جنہوں نے کم از کم نسبت تو اپنے نبی کی طرف کی۔

قارئین گرامی ! حافظ صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیے اور اندازہ کیجیے کہ اُن کو مقلدین سے کسی قدر بغض اور حسد ہے جس کا چھپانا اُن کے بس کا روگ نہیں " وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ " اور اُن کے سینے جو بغض چھپائے ہوئے ہیں وہ اِس سے بھی بڑا ہے۔ حالانکہ مقلدین اپنے امام کے قیاس کو صرف مُظہِر مانتے ہیں مُثبِت نہیں مانتے۔ یعنی قرآن و سنت کا جو مسئلہ عام آدمی کی نظر سے مخفی ہے ائمہ کرامؒ اپنے اجتہاد کے ذریعے اُس مسئلہ کو ظاہر کر کے عوام کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں کوئی نیا مسئلہ نہیں بناتے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو، اِسی کا نام استنباط ہے۔

اِس کی وضاحت مثال سے کرتا ہوں۔ جیسے ہر پانی خدا کا پیدا کردہ ہے، لیکن جو پانی زمین کی تہہ میں پوشیدہ ہے اُسے آدمی استعمال نہیں کر سکتا۔ ایک نیک آدمی اپنے مالی وسائل خرچ کر کے کنویں کے ذریعے یا ٹیوب ویل کے ذریعے اُس پوشیدہ پانی کو رفاہِ عام کے لیے باہر نکال دیتا ہے تو کوئی جرم نہیں کرتا بلکہ نیکی کا اِرتکاب کرتا ہے۔ اس پانی کو اگر کنواں بنانے والے یا ٹیوب ویل لگانے والے کی طرف منسوب کر دیں اور کہیں یہ کنواں اللہ دِتہ کا ہے اور فلاں ٹیوب ویل امام دین کا ہے تو اِس کنویں یا ٹیوب ویل کی نسبت جیسے اِن افراد کی طرف کرنا شرک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے زیرِ زمین پوشیدہ پانی کو اپنی محنت سے باہر نکال کر عوام کو فائدہ پہنچایا ہے، تو ایسے ہی قرآن و سنت کے پوشیدہ مسائل جنہیں ائمہ کرامؒ اپنے اجتہاد کے ذریعے عوام کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اُن پر عمل کرنا اور یہ کہنا کہ یہ مسائل فلاں امام کی فقہ کے ہیں۔ پھر جو شخص جس امام کے اجتہادی مسائل پر عمل کرتا ہے وہ اگر اپنی نسبت اُس امام کی طرف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی یا حنبلی ہوں تو یہ نسبت قطعاً غلط نہ ہوگی۔ جیسے پانی کا خالق خدا ہے لیکن کنواں بنانے والے کی طرف کنویں کی نسبت جیسے شرک نہیں ویسے ہی شریعت کے پوشیدہ مسائل کو ظاہر کرنے والے امام کی طرف اگر ان مسائل کی نسبت کر دی جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ فقہ شافعی ہے، فقہ مالکی ہے، فقہ حنبلی ہے یا فقہ حنفی ہے تو اِس نسبت میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔ اور حافظ

صاحب کا اس نسبت والوں کو عیسائیوں اور قادیانیوں سے برا سمجھنا اُن کی کج فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ ان ائمہ کرامؒ کی طرف ہماری نسبت تشریفی ہے جیسے فتاویٰ ستاریہ کہنا یا فتاویٰ ثنائیہ کہنا شرک نہیں ایسے ہی ان ائمہ کرامؒ میں سے کسی کی طرف نسبت کرنا بھی قطعاً شرک اور ناجائز نہیں ہے۔

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری صاحب اسی رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں :

سوال : نسبت تو محمدی بہتر ہے لیکن حنفی بھی غلط نہیں۔

جواب : غلط کیوں نہیں، اصلی باپ کے ہوتے ہوئے پھر کسی اور کی طرف منسوب ہونا کس شریعت کا مسئلہ ہے۔ حضور ﷺ ہمارے رُوحانی باپ ہیں تو باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے باپ کا نہیں یا غلط کار ہے جو اپنے کو غیر کی طرف منسوب کرتا ہے''۔ (اصل اہل سنت صفحہ ۳،۴)

حضراتِ گرامی! پروفیسر صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں کسی امام کی طرف منسوب ہونے والے تمام مقلدین کو غلط کار اور حرامی کہہ دیا ہے۔ یاد رکھیئے! اِس وقت دُنیا میں سوا اَرب سے زائد مسلمان ہیں، موصوف نے سب کو حرامی قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔ جہاں تک غیر مقلدین کی تعداد کا تعلق ہے تو وہ بمشکل تین چار لاکھ ہوں گے۔ ہم سب مقلد محمدی نسبت والے تو ہیں عیسائی اور موسائی وغیرہ کے مقابلہ میں لیکن ہم حنفی ہیں، شافعی، مالکی اور حنبلی کے مقابلہ میں۔

اسی رسالہ میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں :

''مقلد تو انسان کو جانور کہنے کے مترادف ہے، کیونکہ تقلید جانور کے گلے میں پٹہ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ یہ جانوروں کیلئے ہے۔'' (اصل اہل سنت صفحہ ۱۵)

مندرجہ بالا عبارت کے ذریعے پروفیسر موصوف نے تمام مقلدین کو جانور بنا دیا ہے حالانکہ لفظ'' قَلَّدَ '' اگر انسان کی طرف منسوب ہو تو قلادہ سے مراد'' ہار'' ہوتا ہے اور اگر جانور کی طرف منسوب ہو تو '' پٹہ'' مراد ہوتا ہے۔ جبکہ تمام مقلدین بحمد اللہ مسلمان اور انسان ہیں۔ پروفیسر صاحب کو شاید اِس بات کا علم بھی نہیں کہ شریعت کے ساتھ مخصوص الفاظ میں لُغت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اصطلاح کو دیکھا جاتا ہے۔ جیسے زکوٰۃ سے مراد مال کو پاک کرنے کیلئے دھونا نہیں بلکہ مال کی پاکیزگی اڑھائی فی صد مال مستحقین زکوٰۃ کو دینے میں ہے۔ اسی طرح تقلید کے

اصطلاحی مفہوم کا خیال رکھا جائے گا یعنی ''غیر منصوص مسائل میں یا اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد کا کسی مجتہد کی بات بغیر طلب دلیل کے مان لینا''۔ یاد رکھیے دُنیا میں ہر شخص مجتہد ہونے سے پہلے تقلید کا محتاج ہوتا ہے۔ بچہ بچپن میں والدین اور اساتذہ کی بات بلا طلبِ دلیل مان لیتا ہے مثلاً باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ اِس پرندے کو کبوتر کہتے ہیں تو بیٹا بغیر دلیل طلب کیے باپ کی بات مان لیتا ہے۔ اگر بیٹا غیر مقلد ہو تو وہ دلیل طلب کرے گا کہ اِس جانور کے کبوتر ہونے کی دلیل پیش کر و لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ بچہ جب سکول جاتا ہے تو اُستاد اُسے اُردو کا قاعدہ پڑھاتا ہے، بچہ بغیر دلیل مانگے اُستاد کی بات مانتا ہے، یہ نہیں کہتا کہ یہ حرف جیسے آپ الف کہتے ہیں اِس کی دلیل پیش کیجیے، بصورتِ دیگر میں نہیں پڑھتا۔ تمام غیر مقلدین بھی ماں باپ، اُستاد، مسجد کے امام یا ہوائے نفس کے مقلد ہوتے ہیں، صرف ائمہ کرامؒ سے حسد کی وجہ سے تقلید کو بُرا کہتے ہیں۔ غیر مقلد علماء کی منشاء یہ ہوتی ہے کہ عوام ائمہ کرام ؒ کی تقلید کے بجائے اِن کی تقلید کریں یعنی اِن کی بات مانیں اور اِن کی بات کو خدا اور نبی کی بات سمجھیں۔ قرآن پاک میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے ''کیا آپ نے دیکھا ہے اُس کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے اور اللہ نے علم کے باوجود اُسے گمراہ کر دیا ہے اور اُس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے''۔ (سورہ جاثیہ آیت ۲۳)

پروفیسر صاحب اسی رسالہ میں ایک جگہ اس طرح گوہر افشانی کرتے ہیں :

''تقلید اور شرک کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے، شرک اُگتا ہی تقلید کی سرزمین میں ہے۔ ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک۔ اگر تقلید نہ ہو تو شرک کبھی پیدا نہ ہو۔ شرک پیدا ہی تقلید سے ہوتا ہے، شرک کو اپنی پیدائش کیلئے جس زمین اور فضاء کی ضرورت ہے وہ تقلید ہی مہیا کرسکتی ہے''۔ (اصل اہل سنت صفحہ ۲۱)

ناظرین کرام ! آپ نے دیکھ لیا کہ پروفیسر صاحب نے تمام مقلدین کو پلک جھپکتے ہی مشرک بنا دیا۔ اگر پروفیسر موصوف کی بات کو مان لیا جائے تو دُنیا میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر رہ جائے گی۔ یہودی دُنیا کی حقیر ترین اقلیت ہیں، اگر تمام مقلدین مشرک ہیں تو غیر مقلدین کی تعداد تو یہودیوں سے بھی کئی گنا کم ہے۔ پھر اُن احادیث کا کیا مطلب ہوگا جن میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تمام اُمتوں سے میری اُمت تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہوگی اور جنت میں جانے والوں میں میری اُمت کے افراد سب

سے زیادہ ہوں گے۔ اگر صرف غیر مقلد ہی مسلمان رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کو اتنی بڑی جنت بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ انہیں تو اینٹوں کے ایک بڑے بھٹہ کے گیڑوں میں ہی ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ مقلد بزرگانِ دین اور صوفیائے کرامؒ نے کروڑوں ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ جن میں بابا فرید، علی ہجویری، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ معین الدین اجمیری، پیرانِ کلیر شریف، مجدد الفِ ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمھم اللہ کے نام نامی سرِ فہرست ہیں۔ اِن مقلد بزرگوں نے تو کافروں کو مسلمان بنایا، مگر غیر مقلد پروفیسر نے تمام مقلد مسلمانوں کو مشرک بنا کر رکھ دیا۔

واعظ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا اور کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان ہوں میں

رسائل بہاولپوری میں پروفیسر صاحب کا ایک رسالہ ''کہاں مقلد اور کہاں اتباع رسول'' ہے، ان رسائل کے صفحہ ۱۷۶ پر جہاں سے یہ رسالہ شروع ہوتا ہے، موصوف فرماتے ہیں :

''تقلید بھی ایک آفت ہے کہ بندہ ایک مرتبہ اِس کے چنگل میں پھنس جائے تو پھر سنت رسول پر عمل کے قابل نہیں رہتا۔ وہ پھر اندھا بہرا ہو کر اپنے تقلیدی مذہب پر ہی چلتا ہے، خواہ سنت رسول کے مطابق ہو یا مخالف''۔

یہاں پر موصوف نے مقلدین کو اندھا بہرا ہونے کا خطاب عطا کر دیا ہے حالانکہ قرآن پاک نے اندھا اور بہرا ہونے کا خطاب معاندینِ کفار کو دیا ہے نہ کہ مسلمانوں کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○

پروفیسر صاحب اِسی صفحہ پر چند سطور کے بعد مقلدین کے خلاف اپنے بغض کا اظہار یوں کرتے ہیں :

''مقلد کی نماز کبھی آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق نہیں ہوسکتی کیونکہ مقلد کبھی متبع رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر مقلد کو اتباع رسول کرنا ہو تو وہ کسی کا مقلد ہی کیوں بنے۔ جب وہ کسی کا مقلد بن گیا تو وہ اتباع رسول کیسے کر سکتا ہے؟ تقلید مقلد کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی اور کا اتباع کرے۔ تقلید تو طوق اور بیڑی ہے جو مقلد کو اپنے امام کی تقلید سے آزاد نہیں ہونے دیتی۔'' (رسائل بہاولپوری صفحہ ۱۷۶)

پروفیسر صاحب نے یہاں پر تمام مقلدین کی نماز کو خلاف سنت قرار دے کر تمام مقلدین کو بے نماز قرار

دیا ہے۔ برصغیر کے احناف مقلدین کے علاوہ تمام مالکی، شافعی اور حنبلی بزرگوں کی نماز کو خلافِ سنت قرار دے کر انہیں بے نماز بنادیا ہے۔

ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تعصب اور تنگ دلی سے محفوظ فرمائے اور جادۂ اعتدال پر رہنے کی توفیق دے۔

رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۲۲۱ پر جناب پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں :

''تقلید میں نہ تو پہلے کوئی برکت تھی نہ اب۔ یہ آپ کا مغالطہ تھا کہ تقلید میں برکت ہوتی ہے۔ بھلا گمراہی میں بھی برکت ہوسکتی ہے، تقلید بہت بڑی گمراہی ہے۔''

مندرجہ بالا عبارت کے ذریعے پروفیسر صاحب نے تمام مقلدین کو گمراہی کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اصل میں جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اُس کا اظہار کرتا ہے۔ چونکہ غیر مقلد خود گم کردہ راہ ہیں اس لیے اُنہیں دوسرے بھی گمراہ نظر آتے ہیں، بمصداق '' اَلْاِنَاءُ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ'' یعنی برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اُس سے ٹپکتا ہے۔

رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۶۱۴ پر موصوف گوہر فشاں ہیں کہ :

''ہماری نماز مقلدین کے پیچھے نہیں ہوتی۔''

جب کہ ائمہ اربعہؒ کے مقلدین کی نماز ایک دوسرے کے پیچھے ہوجاتی ہے یعنی جیسے حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے، مالکی کی حنبلی کے پیچھے ہوجاتی ہے ایسے ہی شوافع، موالک اور حنابلہ کی نماز بھی احناف کے پیچھے ہوجاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب امام شافعیؒ مصر سے کوفہ آئے تو مسجد ابوحنیفہؒ میں نماز پڑھائی تو فقہ حنفی کے مطابق پڑھائی۔ اعتراض کرنے والے سے کہا کہ میں کب کہتا ہوں کہ امام اعظمؒ کی نماز غلط ہے۔ اختلاف صرف فضیلت میں ہے۔ باقی یہاں میں نے نماز امام صاحبؒ کے طریقہ پر اسی لیے پڑھائی ہے کہ مجھے حیا آئی کہ امام اعظمؒ کی مسجد میں اُن کے طریقے کے خلاف نماز پڑھاؤں۔ ائمہ کرامؒ کے باہمی اختلاف کی حقیقت یہی ہے جسے غیر مقلدین نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

'' اہل حدیث کی نماز کیسے غیر اہل حدیث کے پیچھے ہوسکتی ہے؟ اہل حدیث حق اور غیر اہل حدیث باطل۔ باطل حق کا امام کیسے ہوسکتا ہے، پھر حق باطل کو اپنا امام کیسے بنا

سکتا ہے.................. اگر حق باطل کے تابع ہوجائے تو دین کا سارا سلسلہ ہی خراب ہوجائے۔''(صفحہ ۶۱۴)

یعنی نام نہاد اہل حدیث حق ہیں اور اِن کے علاوہ تمام مقلد مسلمان باطل ہیں۔ حالانکہ ہمارے نزدیک ائمہ اربعہؒ کے باہمی اختلافات حق اور باطل کے نہیں بلکہ خطا وصواب کے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہمارے امام صاحب دُرست ہیں لہٰذا حدیث کی رُو سے اُنہیں دو اَجر ملیں گے، ایک اجتہاد کرنے کا، دوسرا اجتہاد کے صحیح ہونے کا۔ اور امام شافعیؒ اِس مسئلہ میں خطا پر ہیں اس لیے انہیں صرف اجتہاد کرنے کا ایک اجر ملے گا۔ تو ہمارے نزدیک تمام ائمہ کرامؒ اختلافی مسائل میں بھی ماجور ہیں کسی کو ایک اجر ملا کسی کو دو۔

پروفیسر صاحب کی صرف چند عبارتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام مقلدوں کو مرزائیوں اور عیسائیوں سے بُرا سمجھتے ہیں۔ نیز اُن کے نزدیک تقلید کرنا شرک ہے بلکہ تقلید ہی ہر قسم کے شرک کی بنیاد ہے۔ اُن کے نزدیک مقلدین انسان کی بجائے حیوانات میں شمار ہوتے ہیں۔ مزید برآں مقلدین اندھے، بہرے، گمراہ اور بے نماز ہیں۔ اُن کی مذکورہ بالا عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک صرف نام نہاد اہل حدیث ہی مسلمان ہیں اور وہی جنت میں جانے کے مستحق ہیں۔ یہ چند عبارات بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں ورنہ پروفیسر صاحب کے رسالہ جات اس قسم کی ہفوات سے بھرے پڑے ہیں اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ . (جاری ہے)

✪ ✪ ✪

بقیہ : یزید اور شراب

لیکن صحابۂ کرام میں سے کسی صحابی نے اگر جناب رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات سنی تھی تو اُسے اُس نے کبھی ترک نہیں کیا اور اگر آپ نے کسی کو حکماً کوئی بات فرمائی تھی تو وہ ساری عمر اُس کا اِس طرح پابند رہا جیسے قرآن پاک کی آیت سے فرضیت کا پابند ہوتا، کیونکہ صحابی کے لیے رسولِ خدا ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات بھی اِسی طرح واجب تھی جیسے قرآن پاک میں اُترا ہوا حکم۔ غرض اِن حضرات نے بیعت تو کی تھی لیکن قتال میں ساتھ نہیں رہے جس کی وجہ اِن حضرات کی روایات سے معلوم ہوجائے گی۔ (جاری ہے)

✪ ✪ ✪

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین شخصوں سے اللہ کو محبت ہے اور تین شخصوں سے نفرت ہے :

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ یُّحِبُّھُمُ اللّٰہُ وَثَلٰثَۃٌ یُّبْغِضُھُمُ اللّٰہُ فَاَمَّا الَّذِیْنَ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ فَرَجُلٌ اَتٰی قَوْمًا فَسَاَلَھُمْ بِاللّٰہِ وَلَمْ یَسْأَلْھُمْ لِقَرَابَۃٍ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھُمْ فَمَنَعُوْہُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْیَانِھِمْ فَاَعْطَاہُ سِرًّا لَایَعْلَمُ بِعَطِیَّتِہٖ اِلَّا اللّٰہُ وَالَّذِیْ اَعْطَاہُ، وَقَوْمٌ سَارُوْا لَیْلَتَھُمْ حَتّٰی اِذَا کَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِّمَّا یَعْدِلُ بِہٖ فَوَضَعُوْا رُءُ وْسَھُمْ فَقَامَ یَتَمَلَّقُنِیْ وَیَتْلُوْا ١ یَاتِیْ، وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَلَقِیَ الْعَدُوَّ فَھُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِہٖ حَتّٰی یُقْتَلَ اَوْ یُفْتَحَ وَالثَّلٰثَۃُ الَّذِیْنَ یُبْغِضُھُمُ اللّٰہُ، اَلشَّیْخُ الزَّانِیْ وَالْفَقِیْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِیُّ الظَّلُوْمُ.

(ترمذی، نسائی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۰)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں۔ رہے وہ اشخاص جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں تو اُن میں سے (۱) پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے ایک ایسے شخص کو صدقہ دیا جو ایک جماعت کے پاس آیا اور اُن سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کیا، اُس نے جماعت والوں سے حق قرابت کی وجہ سے یا اُس کے اور جماعت کے درمیان جو تعلق تھا اُس تعلق کی وجہ سے سوال نہیں کیا، مگر جماعت والوں نے اُسے کچھ نہیں دیا، اُس جماعت میں سے ایک شخص نے جماعت کو پس پشت ڈالا اور آگے بڑھ کر سائل کو اِس طرح پوشیدہ طور پر دے دیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اُس شخص کے جسے اُس نے صدقہ دیا ہے کسی اور کو اِس کے صدقہ دینے کا پتہ نہیں چلا (۲) دوسرا وہ

شخص ہے جو جماعت کے ساتھ تمام رات چلا یہاں تک کہ جب اُنہیں نیند اُن تمام چیزوں سے زیادہ پیاری لگنے لگی جو نیند کے برابر ہیں تو جماعت کے تمام افراد سو گئے مگر وہ شخص کھڑا ہوا (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میرے سامنے گڑگڑانے لگا اور میری آیتیں پڑھنے لگا (۳) تیسرا وہ شخص ہے جو ایک لشکر میں شامل تھا جب دُشمن سے مقابلہ ہوا تو اس کے لشکر کو شکست ہوگئی مگر وہ شخص دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا یا فتحیاب اور وہ تین شخص جن سے اللہ کو نفرت ہے اِن میں سے (۱) ایک وہ شخص ہے جو بوڑھا ہو کر زنا کرے (۲) دوسرا وہ شخص ہے جو فقیر و محتاج ہو کر تکبیر کرے (۳) تیسرا وہ شخص ہے جو غنی و مال دار ہو کر ظلم کرے۔

تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ یَرْفَعُہٗ قَالَ ثَلٰثَۃٌ یُّحِبُّھُمُ اللّٰہُ، رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتْلُوْا کِتَابَ اللّٰہِ، وَرَجُلٌ یَّتَصَدَّقُ بِصَدَقَۃٍ بِیَمِیْنِہٖ یُخْفِیْھَا اُرَاہُ قَالَ مِنْ شِمَالِہٖ، وَرَجُلٌ کَانَ سَرِیَّۃً فَانْھَزَمَ اَصْحَابُہٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ. (ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا : تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ (ایک) وہ شخص جو رات کو اُٹھ کر (تہجد کی نماز میں) کتاب اللہ کی تلاوت کرے۔ (دوسرا) وہ شخص جو (نفلی) صدقہ اپنے دائیں ہاتھ سے دے اور اُسے چھپائے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اُسے بائیں ہاتھ سے چھپائے۔ (تیسرا) وہ شخص جو میدانِ جنگ میں اُس وقت دُشمن کے سامنے ڈٹ جائے جب کہ اُس کے ساتھیوں کو شکست ہوگئی ہو۔

ف : ملا علی قاری رحمہ اللہ اِس حدیث پاک کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں مذکور تین افراد کو اکٹھا بیان کرنے کی حکمت شاید یہ ہو کہ یہ تینوں کے تینوں مجاہد ہیں۔ پہلا شخص جہاد فی النفس کر رہا ہے کہ نفس کو سونے اور آرام کرنے سے روکتا ہے اور شب بیداری اور تلاوت کے ذریعہ اپنے اَقران (ساتھیوں) کی

مخالفت کرتا ہے کہ وہ سوتے ہیں اور یہ جاگتا ہے۔

دوسرا شخص جہاد فی المال کر رہا ہے کہ اپنے مال کو اِس انداز سے خرچتا ہے کہ اُس کے ساتھیوں کو بھی پتہ نہیں چلتا اور اپنے اہل زمانہ کی مخالفت کرتا ہے کہ وہ نہ تو اپنے مال اللہ کے راستے میں دیتے ہیں اور نہ اخلاص اختیار کرتے ہیں۔

تیسرا شخص جہاد فی الروح کر رہا ہے کہ اپنی روح کو اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے۔ صرف اس کی رضامندی کے لیے نہ کہ مالِ غنیمت کی طلب اور عوام الناس سے تعریف کروانے کے لیے اور اپنے ساتھیوں کی مخالفت کرتا ہے کہ وہ شکست کھا جاتے ہیں اور یہ شکست نہیں کھاتا۔

بقیہ : عورتوں کے عیوب اور امراض

الغرض مردوں سے میں کہتا ہوں کہ اِن کی شیخی مٹانے کی یہ تدبیر کرو کہ کہیں جاتے وقت اِن کو کپڑے نہ بدلنے دو اور عورتیں بھی سن لیں کہ اگر کپڑے بالکل ہی میلے ہوں تو خیر بدل لو وہ بھی سادے ورنہ ہرگز نہ بدلو سیدھے سادھے کپڑوں میں مل آیا کرو۔ ملنے سے جو غرض ہے وہ اِس صورت میں بھی حاصل ہو جائے گی اور اخلاق کی درستگی کے علاوہ ذرا کر کے دیکھو تو اِس کے فوائد معلوم ہوں گے اور اگر یہ خیال ہو کہ اِس میں ہماری حقارت ہوگی تو ایک جواب تو اِس کا یہ ہے کہ نفس کی تو حقارت ہونی ہی چاہیے اور دوسرا تسلی بخش جواب یہ ہے کہ جب ایک بستی کی بستی میں یہ رواج ہو جائے گا کہ سیدھی سدی طرح سے مل لیا کریں وہاں اُنگشت نمائی اور تحقیر بھی نہ رہے گی۔

اور کیوں بیبیو! اگر ایک غریب عورت جو مزدور کی بیوی ہے وہ کہیں ٹھاٹ باٹ سے بن سنور کر زیور سے آراستہ ہو کر جاتی بھی ہے لیکن عورتوں کو اِس کے گھر کی حالت معلوم ہے، وہ تو یہی کہیں گی کہ نگوڑی مانگے کا کپڑا اور زیور پہن کر آئی ہے، اس پر اِتراتی ہے۔ (جاری ہے)

دیارِ حبیب میں چند روز

﴿ جناب مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیل، ڈیرہ اسماعیل خان ﴾

1427 ھ میں حج کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا۔ وہاں سب سے پہلے مخلوق خدا کی طرف سے اپنے اُوپر ہونے والی زیادتیوں کو معاف کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی۔ سب حجاج حاضرین کی حج کی قبولیت کی دُعا مانگتے ہوئے اپنے حج کے قبول ہونے کی دُعا کی اور ابھی تک قبولیتِ حج کے لیے بارگاہِ الوہیت میں دست بدُعا ہیں۔ 35,30 لاکھ کے اجتماع میں یقیناً ایسی برگزیدہ ہستیاں ضرور ہوں گی جن کے طفیل ہماری حاضری قبول ہوگئی ہوگی اور ہر نماز کے بعد متعدد جنازے پڑھے جانے والوں میں یقیناً ایسے جنازے ضرور ہم نے پڑھے ہوں گے جن کی وجہ سے ہماری بخشش اور مغفرت کا فیصلہ ہوگیا ہوگا۔ حج کے اِس سالانہ اجتماع میں رُوئے زمین کے متعدد اولیائے کرام ضرور موجود ہونگے اور ائمہ حرمین کی اقتداء میں پنج وقتہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہوں گے جس سے ائمہ حرمین کا امام الاولیاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو ایسی برگزیدہ ہستیوں کی اقتداء میں نمازیں نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی وفضل کی علامت ہے۔ اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم پھر بھی ہمارے شکر سے اَجل واعظم ہے۔

حج کا عمل یقیناً محنت ومشقت سے عبارت ہے اس لیے جناب سرکارِ دوعالم ﷺ حج کی نیت کرتے ہوئے اِس میں قبولیتِ حج کے ساتھ فَیَسِّرْهُ لِیْ ''اللہ اِس کو میرے لیے آسان فرما'' بھی ساتھ مانگا تو وہاں یہ مشاہدہ ہوجاتا ہے کہ باوجود محنت طلب عمل ہونے کے اللہ تعالیٰ اِس کو آسان فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس عمل ادا کرنے میں ایسا جذبہ، شوق ومحبت عطا فرمادیتے ہیں کہ ہر محبت میں ایک لُطف وسرور کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور بندہ ایک حالت وجد میں اپنے آپ کو محسوس کرتا ہے۔ اتنے ہجوم کے باوجود ہر ایک اِس حالت میں ہوتا ہے کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اگر مجھے کسی سے تکلیف پہنچ جائے تو اُسے برداشت کر کے مجھے ترقی درجات نصیب ہوگی اور حقیقت میں یہ بھی حج کی رُوح اور ماہیت کا ایک حصہ ہے اور یہ چیز اگر ہماری طبیعت ثانیہ بن جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا کی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ ہم اس صراط مستقیم کو چھوڑ کر ایک ایسے راستے پر گامزن ہیں کہ آئے

روز مسلمان بھائی کی عزت وحرمت کے درپے ہونا، اسے جان ومال کے لحاظ سے تکلیف دینا، معاشرہ میں کسی کا مقام اور مرتبہ بڑھتے ہوئے دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنا اور اُس کی کردار کشی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا، مذہبی اور سیاسی اختلاف کو مخالفت کی حد تک لے جانا اور نفرت وعداوت کی دیواریں قائم کر کے معاشرہ کو قتل وغارت کے ماحول میں تبدیل کر دینا یقیناً یہ عمل حج کی رُوح کے منافی اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلمان کو اپنی رضا والے اعمال کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔ حج والے محنت طلب عمل میں سعودی حکومت نے حجاج کرام کو سہولت پہنچانے کے خاطر خواہ جو اقدامات کیے ہیں وہ اِس طرح کے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُن کے لیے دل سے دُعا نکلتی ہے۔ وہ قابلِ قدر اقدامات اتنے زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ حجاج کے اکرام اور خدمت کے لیے شاید اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب کر لیا ہے۔ اس خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِس حکومت کو جو اتنی وافر توفیق اور ہمت عطا فرمائی ہے اُس پر انتخاب کا شکر یہ ہے کہ وہ حکومت اس خدمت والے عمل سے ایک لمحہ بھر بھی غافل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس جذبہ میں مزید اضافہ فرمائے، آمین۔

اس حکومت سعودیہ کے ذمہ 35,30 لاکھ حجاج کو سنبھالنے کا کام ہے۔ اس کے ساتھ ہماری حکومت کا موازنہ کر لیجیے جس کے ذمہ اِس کی نسبت بہت کم حجاج کرام ہوتے ہیں اور روزِ اوّل حجاج کرام سے لوٹ کھسوٹ شروع ہوتی ہے اور تا روزِ آخر جاری رہتی ہے، کسی حاجی کو سہولت فراہم کرنا، اس کی تکلیف کا ازالہ کرنا ہماری حکومت کی نگاہ میں گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔ حکومت سعودیہ یومیہ فی حاجی سینکڑوں ریال بلا دریغ خرچ کرتی ہے اور ہماری حکومت یومیہ فی حاجی سینکڑوں روپیہ لوٹ کھسوٹ کرتی ہے بہ بیں تفاوت راہ کجاست تا بہ کجا۔ ہدایت تو ہمارے حکمرانوں کے مقدر میں نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ پھر ان کے لیے دوسری دُعا ہی زیادہ مناسب رہے گی لیکن ہم تو پھر بھی ہدایت کی دُعا کرتے رہیں گے۔ حجاج کرام کی خدمت کے لیے وہاں جو عملہ تعینات کیا جاتا ہے وہ شاید لوٹ کھسوٹ، بداخلاقی کا سپیشل کورس کر کے یہاں سے بھیجا جاتا ہے۔ پورے ملک میں جو میرٹ پر آتا ہے وہ حجاج کرام کی خدمت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے حجاج کرام سے ملاقات ہوتی رہی۔ عربی، اُردو سمجھنے والوں سے تو حالات معلوم ہو جاتے تھے تو ہمیں اُن پر رشک آتا کہ ہم بھی ان ممالک سے حج کرنے والوں میں شامل ہوتے، وہ ممالک اپنے حجاج کرام کو بہت زیادہ ریلیف دیتے ہیں۔ ان ممالک میں ہر ادارہ جو حج سے کسی نہ کسی طرح متعلق ہوتا ہے وہ اپنی طرف سے حجاج کرام کو ریلیف دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ حجاج کرام اُن کو دعائیں

دیتے ہوں گے ہم تو اپنے حکمرانوں کی کرپشن، لوٹ کھسوٹ سے نجات کی دُعائیں مانگتے رہے کہ یہ ظالم اِس عظیم فریضہ کی ادائیگی والوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔ انڈیا سے آنے والے حجاج کرام کا سب سے بڑا پیکیج ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کا ہے جس میں انہیں فائیو سٹار ہوٹلوں کی رہائش مہیا کی جاتی ہیں جبکہ ہمارے ہاں اس رقم کا عام پیکیج ہے جس سے حجاج کرام کو دُور دراز رہائش مہیا کی جاتی ہیں۔ انڈیا سے آنے والے حجاج کرام کا عام پیکیج تہتر ہزار روپے سے لیکر بیاسی ہزار روپیہ ہے۔ واپس ملنے والی رقم کے بعد انہیں پچاس ہزار روپے میں حج کا فریضہ پڑتا ہے جس رقم میں ہمیں عمرہ پڑتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں میں دین کی کوئی اہمیت ہے نہ اُن مقامات مقدسہ پر دعاؤں اور بددعاؤں کا کوئی تصور ان کے ذہن میں ہے۔ یا الٰہی ہمیں منافق حکمرانوں سے واسطہ پڑا ہے، زبان پر دین کا نام اور بے دینی الحاد کے دلدادہ ہیں، انہیں ہدایت نصیب فرمادے۔ اگر اِن کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو دُنیا میں ہی اِن کو عبرتناک عذاب دے کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کردے۔ آمین یارب العالمین۔

بہرحال سعودی حکومت سے ہماری حکومت کا موازنہ ''چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک'' کا مصداق ہے۔ تبلیغ، توحید اور ترویج وسنت میں سعودی علماء کرام کا انہماک اور جدوجہد قابل تحسین ہے۔ توحید وسنت کے قیام کے لیے وہ علماء کرام کسی قسم کی کوئی لچک نہیں دکھاتے۔ رد شرک و بدعت میں وہ سیف بے نیام ہیں۔ قرآن وسنت کے دلائل کے سامنے وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے، نہ حجت بازی کرتے ہیں فوراً تسلیم کرتے ہیں۔ یہ اُن کے خلوص ولِلّٰہیت کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ چاروں فقہی مذاہب باقاعدہ طور پر حکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ائمہ حرمین کے جمعہ کے خطبات، کتاب وسنت کے دلائل سے بھرپور اور رُلانے والے ہوتے ہیں۔ حرمین کی تعمیر وترقی اور مثالی عمارات حکومت کی حرمین کے ساتھ بے پناہ عقیدت ومحبت کی دلیل ہے اور زندہ مثال ہے اور اس کے علاوہ قابل ذکر مساجد کی تعمیر حکومت سعودیہ کے ایمان کی دلیل ہے۔ حجاج کرام کو اللہ تعالیٰ کا مہمان سمجھ کر اُن کی تواضع واکرام میں کسی قسم کا دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا حکومت سعودیہ کی دینی اور دین والے لوگوں سے بے پناہ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس بارے میں بندہ کا عربی زبان میں تفصیلی مضمون ''خیر الحکومت الحکومة السعودیه'' کے عنوان سے زیر تحریر ہے اللہ تعالیٰ اس حکومت سعودیہ اور وہاں کے علماء کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور جن منافقین حکمرانوں سے ہمیں واسطہ پڑا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ہدایت کے دروازے کھول دے، آمین۔

دینی مسائل

﴿ عیدین کی نماز کا بیان ﴾

عید کی نماز کا طریقہ :

یہ نیت کر کے میں دو رکعت واجب نماز عید مع چھ زائد تکبیروں کے پڑھتا ہوں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی مثل دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے اور تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہُ کہہ سکیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ چھوڑے بلکہ باندھ لے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ، بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر حسبِ دستور رکوع و سجدہ کر کے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھ لے۔ اِس کے بعد تین تکبیریں اِسی طرح کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

مسئلہ : عیدین کی نماز کے لیے نہ اذان ہے نہ اقامت ہے۔

مسئلہ : عیدین کی نماز میں معمول کی تکبیروں کے علاوہ چھ زائد تکبیریں کہنا واجب ہے۔

مسئلہ : عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

مسئلہ : سورج کے ایک نیزہ یعنی تین گز بلند ہونے سے نصف النہار تک عیدین کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد " سُورہ اعلی " پڑھے اور دوسری رکعت میں " سُورہ غاشیہ " پڑھے۔

مسئلہ : اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اِس لیے کہ جماعت اِس میں شرط ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص شریکِ نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے اِس کی نماز فاسد ہوگئی ہو وہ بھی اِس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اِس پر اُس کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر کچھ لوگ اور بھی اِس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ : عیدین کے خطبے میں تکبیر سے ابتداء کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے دوسرے میں سات مرتبہ۔

مسئلہ : عیدالفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام اور عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرنے چاہئیں۔

مسئلہ : جہاں عید کی نماز پڑھائی جائے وہاں اُس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور عید کی نماز سے قبل گھر میں بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ : عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں اُن کو نمازِ عید سے پہلے نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

1- عید کے دن عید مبارک کہنا جائز ہے۔

2- عید کی نماز کے بعد عید کا ایک عمل سمجھ کر گلے ملنا یا مصافحہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر نماز عید کے لیے اکٹھے گئے ہوں یا پہلے جا چکے ہوں لیکن نماز کے بعد پھر گلے ملنا بذاتِ خود ایک بے موقع عمل ہے حالانکہ دین میں مصافحہ اور معانقہ کا موقع متعین ہے۔ کسی سے کچھ وقفہ بعد ملیں تو اُس سے مصافحہ کرنا مسنون ہے اور جس سے طویل وقفہ کے بعد ملیں اُس سے معانقہ کیا جا سکتا ہے۔

3- عید کی نماز کے اجتماع میں دُعا کرنا جائز ہے۔ یہ دُعا نماز کے متصل بعد یعنی خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے بعد ہو دونوں طرح جائز ہے لیکن اِن میں سے صرف ایک موقع پر کی جائے گی۔

4- عید کی نماز پڑھتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے اور وضو میں مشغول ہونے سے نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔

5- عرب میں عید پڑھ کر آئے اور پاکستان میں اگلا دن عید کا ہو تو پاکستان میں عید کی نماز پڑھے البتہ احتیاط اِس میں ہے کہ ایسا شخص پاکستان میں عید کی نماز میں امامت نہ کرے۔

6- کوئی شخص ایسے وقت عید کی نماز کے لیے پہنچا کہ نماز ہو چکی اور کسی اور جگہ بھی ملنے کی اُمید نہیں تو مستحب ہے کہ یہ شخص چار رکعت نفل اِس طرح سے پڑھے کہ سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں "سورہ اعلی" اور دوسری رکعت میں " سُورہ والشمس" اور تیسری رکعت میں " سُورہ واللیل" اور چوتھی رکعت میں

"سُورہ والضحٰی" پڑھے۔

مسئلہ : اگر کوئی عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو تو اگر قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قراءت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے اِس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اُٹھائے اور اِس کے پوری تکبیریں کہہ چکنے سے پہلے اگر امام رکوع سے سر اُٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئیں وہ اُس کو معاف ہیں۔

مسئلہ : اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اُس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قراءت کرے اِس کے بعد تکبیریں کہے۔

مسئلہ : اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اُس کو خیال آئے تو اُس کو چاہیے کہ حالتِ رکوع میں تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ہر حالت میں بوجہ کثرتِ ہجوم کے سجدہ سہو نہ کرے۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی نماز بارہویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے۔

مسئلہ : عید الاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز کا امام شافعی یا حنبلی ہو اور وہ نماز میں چھ سے زائد تکبیریں کہے تو بارہ بلکہ تیرہ تکبیروں تک حنفی مقتدی کو امام کی اتباع کرنی ہوگی۔ البتہ اگر کوئی امام تیرہ سے زیادہ تکبیریں کہے تو اِس سے زیادہ میں اتباع نہ کرے۔

مسئلہ : نماز کے بعد دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اِتنی ہی دیر تک نیچے بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبے میں بیٹھتا ہے۔

تکبیرِ تشریق :

مسئلہ : تکبیرِ تشریق میں ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا مرد اور عورت، مقیم اور مسافر، امام اور مقتدی سب پر واجب ہے۔

مسئلہ : تکبیرِ تشریق تین دفعہ کہنا بھی جائز ہے لیکن دو مرتبہ کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ : مرد یہ تکبیر آواز سے کہیں یہ واجب ہے جبکہ عورتیں آہستہ آواز سے کہیں۔

مسئلہ : یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

مسئلہ : نماز کے فوراً بعد تکبیر کہنا چاہیے۔

مسئلہ : اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تو وہ کہیں۔

مسئلہ : عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ : ایامِ تشریق میں فوت شدہ نماز جو اِسی سال کے ایامِ تشریق میں قضا کی جائے اِس کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

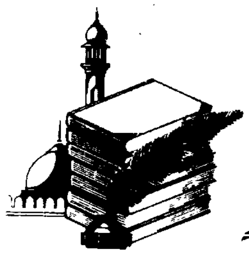

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : الهداية (عربی جلد اول)

تصنیف : علی بن ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ

صفحات : ۶۰۸

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : مکتبۃ البشری، کراچی

قیمت : رعایتی/۱۶۵

ملنے کے پتے : مکتبہ الحرم اُردو بازار لاہور۔ موبائل : 0321-4399313

مکتبہ قاسمیہ اُردو بازار لاہور

فقہاءِ احناف کثر اللہ سوادھم میں شیخ ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی المرغینانی رحمہ اللہ (م:۵۹۶ھ) کا مقام و مرتبہ کسی سے مخفی نہیں، " **الجواهر المضية** " کے مصنف عبدالقاہر قرشیؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں " **كان اماما، فقيها، حافظا، محدثا، مفسرا جامعا للعلوم ضابطا للفنون متقنا محققا نظارا مدققا زاهدا ورعا بارعا فاضلا ماهرا اصوليا اديبا شاعرا لم ترالعيون مثله**" آپ امام وقت، فقیہ، حافظ الحدیث، محدث، مفسر، علوم شریعت کے جامع، فنونِ عربیہ کے ماہر، نہایت پختہ کار عالم، محقق، وسیع النظر، دقت نظر سے کام لینے والے، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان، ماہر فنون، اصولی، ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے، علوم و فنون میں آنکھوں نے آپ جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔

ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب الترجیح میں لکھا ہے جو مجتہدین کا پانچواں طبقہ ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن ابوبکر نے فقہ حنفی کی دو مشہور اور مختصر کتابوں (جامع الصغیر اور مختصر القدوری) کا انتخاب کر کے جامع الصغیر کی ترتیب پر "بدایة المبتدی" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی پھر اُسی جلدوں میں "کفایت المنتهی" کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ اس طویل ترین شرح کے لکھنے کے بعد خیال ہوا کہ طوالت کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف توجہ ہی نہ کریں۔ اِس اندیشہ سے آپ نے اِس کی تلخیص شروع کی جو تیرہ برس کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔ اس تلخیص کا نام آپ نے "الهداية" رکھا۔ ہدایہ چاروں جلدوں کی کتاب ہے جو اُسی جلدوں کی کتاب کا خلاصہ ہے۔ اس میں صاحب ہدایہ کو کس قدر محنت اور جانکاہی سے کام لینا پڑا ہوگا اِس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کا تصنیف وتالیف سے واسطہ ہے۔

صاحبِ ہدایہ متن کی بہترین شرح کرتے ہیں۔ ہر مسئلہ کے نقلی وعقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔ مسلک حنفی کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب اور ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان دلائل کا جواب دے کر مسلک حنفی کی وجہِ ترجیح بیان کرتے ہیں۔ طرزِ تحریر اس قدر عمدہ اور عبارت اتنی خوبصورت لاتے ہیں کہ دل سے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ مَاشَاءَ اللّٰہُ نکلنے لگتا ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صدیوں سے یہ کتاب پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔ اکابر اعیان وافاضل نے اس کی شروحات لکھی ہیں اسی پر بس نہیں بہت سے بزرگوں نے اس کو زبانی یاد کیا ہے۔ عبدالقاہر قرشی الجواہر المضیہ میں شمس الدین محمد بن حسن حلبی اور شہاب الدین محمد بن ابوبکر بن عبدالقاہر کا نام لے کر بتلاتے ہیں کہ یہ حضرات ہدایہ کے حافظ تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ سلطان محمد بن تغلق کو ہدایہ سے اس قدر لگاؤ تھا کہ چاروں جلدوں کے مسائل اُن کی نوکِ زبان تھے۔

حضرت علامہ یوسف بنوریؒ اپنے استاذ مکرم خاتمۃ المحدثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ "ابن ہمام کی فتح القدیر جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو ہرگز نہیں کے سوا اِس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔"

اس وقت ہمارے پیش نظر اِسی ہدایہ کی جلد اول ہے جو مکتبۃ البشریٰ کراچی کی طبع شدہ ہے اور انتہائی جدید انداز میں شائع کی گئی ہے۔ اس طباعت کے امتیازات درج ذیل ہیں: (۱) ہدایہ کو اُوپر جلی قلم لکھا گیا ہے

(۲) ہدایہ کے متن، حاشیہ میں دی گئی آیات واحادیث اور جن کلمات کی حاشیے میں وضاحت کی گئی ہے ان سب کو سرخ رنگ میں دیا گیا ہے (۳) کتاب کی جدید کمپیوٹر کتابت کروائی گئی ہے (۴) اس طباعت میں مولانا عبدالحی صاحبؒ کے حاشیہ سے استمداد کرتے ہوئے نئے حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے (۵) تخریج احادیث کے لیے علامہ ابن حجرؒ کی الدرایہ کے بجائے اصل مصادر کی طرف مراجعت کر کے احادیث کے حوالے بقید صفحہ وجلد درج کیے گئے ہیں (۶) بعض مسائل فقہیہ میں تنبیہ کے عنوان سے مفتیٰ بہ قول کو ذکر کیا گیا ہے (۷) آخر میں حرف تہجی کے حساب سے ہدایہ میں مذکور احادیث کے اطراف کی فہرست درج کی گئی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ ہے کاش کہ اِسی طرز پر بقیہ جلدیں بھی طبع ہو جائیں تو یہ علماء وطلباء کے ساتھ ایک بڑی نیکی کا کام ہوگا۔ کتاب کی قیمت بھی نہایت مناسب ہے۔ علماء وطلباء کو ضرور اِس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

نام کتاب : الدروس الواضحہ

افادات : مولانا عبدالقدوس قارن

جمع وترتیب : سید حمید اللہ شاہ ہزاروی

صفحات : ۵۵۲

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت : ۱۹۰/

فن نحو میں علامہ ابن حاجبؒ (م: ۶۴۶ھ) کی ''کافیہ'' بنیادی حیثیت کی حامل کتاب ہے۔ علامہ نے اس کتاب میں انتہائی ایجاز واختصار سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات یہ کتاب چیستاں نظر آنے لگتی ہے لیکن اہمیت اِس کی اتنی ہے کہ اکثر زبانوں سے یہ جملہ بھی سننے کو ملتا ہے ''کافیہ کافی ست باقی در دِرست'' اپنی اسی اہمیت کے پیش نظر یہ کتاب قدیم سے داخل درس ہے اور ماہرین فن نے مختلف زبانوں میں اِس کی شروحات لکھی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ درحقیقت املائی درسی تقاریر ہیں جو حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب زید مجدہم نے دورانِ درس طلبہ کو نوٹ کروائی تھیں۔ انہی املائی تقاریر کو کتابی شکل میں

شائع کیا گیا ہے۔ یہ تقاریر نہ بہت لمبی ہیں نہ بہت مختصر، زبان و بیان کی چاشنی سے صرف نظر کرتے ہوئے ان سے اساتذہ وطلباء دونوں ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

نام کتاب : فتنۂ قادیانیت
تصنیف : محمد طاہر عبدالرزاق
صفحات : ۲۰۸
سائز : ۲۳×۳۶/۱۶
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان
قیمت : ۹۶/

جناب محمد طاہر عبدالرزاق صاحب ردقادیانیت کے سلسلہ میں لکھی جانے والی کتب کے حوالے سے ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں کافی کتابیں ترتیب دے کر شائع کی ہیں۔ زیرنظر کتاب ''فتنۂ قادیانیت کو پکڑیے'' آپ کی تازہ ترین تالیف ہے، اس میں آپ نے اکابر علماء اسلام کے ردِقادیانیت سے متعلق مختلف مضامین کو یکجا کر کے شائع کیا ہے۔

نام کتاب : انکشافِ حقیقت
تالیف : مولانا عبدالقدوس قارن
صفحات : ۴۱۶
سائز : ۲۳×۳۶/۱۶
ناشر : عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرت العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
قیمت : ۱۵۰/

حدیث شریف میں علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ ''پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے'' آج کل اس علامت کا زور وشور کے ساتھ ظہور ہو رہا ہے۔ چنانچہ ہر طرف سے اگلوں پر لعن

طعن کیا جارہا ہے، رہی سہی کسر غیر مقلدین نے پوری کردی ہے یوں لگتا ہے کہ اِنہوں نے اپنا اُوڑھنا بچھونا ہی اگلوں پر لعن طعن کو بنالیا ہے، خاص کر امام اعظم ابوحنیفہؒ اوران کی فقہ سے تو اِن حضرات کو خدا واسطے کا بیر ہے۔ ان کے ہر مجتہد کی تحقیق کی تان حضرت امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع اور اُن کی فقہ میں کیڑے نکالنے پر ٹوٹتی ہے، ہر فرد یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کہ امام اعظم قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرتے تھے اور آپ کی فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، **العیاذ باللّٰہ**. حیرت تو یہ ہے کہ یہ کام ہر وہ شخص کر رہا ہے جس سے اگر تناقض کی تعریف اور اُس کی شرائط معلوم کی جائیں تو **فبھت الذی کفر** کا منظر سامنے آجائے۔ اور اگر اس سے چند اجتہادی مسائل دریافت کر لیے جائیں تو تگنی کے ناچ کا نقشہ نظروں میں گھوم جائے۔

عرصہ سے یہ حضرات اپنے بڑوں کی پٹاری سے اعتراضات چرا کر نئے نئے ناموں سے شائع کر رہے ہیں، ان کے اپنے پلے کچھ بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عوام الناس کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اُن کی کتابیں اِس قابل بھی نہیں ہیں کہ اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھا جائے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ یہ حضرات اِس دورِ پُرفتن و پُرمحن میں تمام اختلافات کو بھلا کر دین کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہوجاتے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ حضرات اختلافات کو مٹانے کے بجائے انہیں ہوا دے کر اغیار کو دین وملت پر ہنسنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

حال ہی میں ان حضرات کی جانب سے ایک نہایت متعفن کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' اِس کتاب میں مصنف نے اپنے پیشرووں کے طریقہ کے مطابق فقہ حنفی کو حدیث کے مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کوئی نئی کوشش نہیں ہے صرف عنوان نیا ہے۔ مصنف نے نہایت ہی دجل و تلبیس سے کام لیتے ہوئے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی ہے، عوام الناس کی گمراہی کے خطرے کے پیش نظر اِس کتاب کا جواب آنا ضروری تھا۔ اللہ بھلا کرے حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب کا، کہ اُنہوں نے اِس طرف توجہ فرما کر ''انکشافِ حقیقت'' کے نام سے اِس کا جواب لکھا اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ فقہِ حنفی کا کوئی مسئلہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف نہیں اور احناف کا رسول اللہ ﷺ سے ہرگز ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ فتنۂ غیر مقلدیت کے خلاف کام کرنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

عالمی خبریں

گُستاخِ رسول ﷺ اپنے انجامِ بد کو پہنچا

توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار کا ایڈیٹر زندہ جل مرا

لاہور (نیوز ڈیسک) توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے بدنام زمانہ اخبار ''جائکن بوسٹن'' کا بدبخت ایڈیٹر ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں بھڑک اُٹھنے والی آگ میں جل کر ہلاک ہوگیا ہے۔ ایک سعودی اخبار کی رپورٹ کے مطابق ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک آگ بھڑک اُٹھی جس کی لپیٹ میں آکر بدبخت ایلیٹ بیک زندہ جل کر ختم ہوگیا۔ اس ایڈیٹر نے 30 دسمبر 2005ء کو اپنے اخبار میں توہین آمیز خاکے شائع کیے تھے جس پر پاکستان سمیت دُنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔ ڈنمارک کی حکومت اس کے جل مرنے کی خبر کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ سعودی اخبار نے لکھا ہے کہ اس ایڈیٹر کو اللہ کے عذاب نے سوتے میں پکڑ لیا اور وہ زندہ جل کر جہنم واصل ہوگیا۔ (روزنامہ نوائے وقت ۱۵؍جون ۲۰۰۶ء)

ایک تھا حرام خور

''حرام مرغی کھانے میں بڑا مزا آتا ہے مندر بھی جاتا رہتا ہوں'' : عمر عبداللہ کا اعتراف

سرینگر (کے پی آئی) نیشنل کانفرنس کے صدر عمر عبداللہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ حرام کی گئی مرغی (جھٹکا) کھاتے تھے۔ زی ٹیلیویژن کے پروگرام ''تم ہی نیا کل کے'' میں حصہ لیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ وہ ایک سکھ ڈھابا گیانی دے میں جا کر چوری چھپے حرام مرغی سے بنائے گئے چکن کھانے میں کافی مزا محسوس کرتے رہے۔ اِس ڈابا کے مالک نے بھی عمر عبداللہ کے دعوٰی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ عمر عبداللہ اِن کے ڈابے پر آکر بٹر چکن کھانے میں کافی مزا محسوس کرتے تھے۔ عمر عبداللہ نے بھی یہ اعتراف کرلیا کہ اِن کے بچے چانکیہ دلی کے سنکسرتی سکول میں پڑھتے ہیں۔ انہیں وہ ابھی اِس لیے واپس نہیں لا رہے کیونکہ ابھی حالات یہاں پر ٹھیک نہیں ہیں۔ یاد رہے کہ عمر عبداللہ کے والد ڈاکٹر فاروق عبداللہ مقبوضہ کشمیر کے وزیرِ اعلیٰ رہے۔ بظاہر اِن کا نام مسلمانوں

والا ہے، تاہم وہ اسلامی روایات اور شعار پر یقین نہیں رکھتے۔

انہوں نے یہ بھی اعتراف کیا کہ وہ قاباعدگی سے مندر جاتے رہے۔ انہوں نے ماتھے پر ٹیکا بھی لگایا۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے ایک عیسائی عورت سے شادی کی، اُن سے ان کے بیٹے عمر عبداللہ نے سکھ عورت سے شادی کی جبکہ اُن کی بیٹی سارہ نے ہندو نوجوان سے شادی کر رکھی ہے۔ یوں ڈاکٹر فاروق عبداللہ کا خاندان سیکولر بھارت کا بہترین نمونہ ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۷؍جون ۲۰۰۶ء)

بیچاری سائنس..........کبھی کچھ تو کبھی کچھ

لندن (اے پی پی) طویل عرصہ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ انڈہ دل کے مریضوں کے لیے فائدہ مند نہیں۔ تاہم تازہ ترین تحقیق سے نہ صرف یہ ثابت ہوا ہے کہ مذکورہ خیال درست نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ انڈا ایک بہترین غذا ہے۔ یونیورسٹی آف سرے کے سکول آف بائیومیڈیکل اینڈ مالیکولر سائنس کی تحقیق کے مطابق انڈا نہ صرف آپ کو دل کی بیماریوں سے بچاتا ہے بلکہ سینے کے سرطان اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچاؤ میں بھی معاون ہے۔ تحقیق کے مطابق انڈا آپ کا وزن کم کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ تحقیق کے مطابق روزانہ ایک انڈا کھانے والے کو انڈا نہ کھانے والوں کی نسبت دل کے امراض لاحق ہونے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ایک انڈا آپ کو تیرہ ضروری غذائی اَجزا فراہم کرتا ہے جس میں پروٹین سرفہرست ہے۔ اِس کے علاوہ اِس میں وٹامن ای، وٹامن بی اور وٹامن اے بھی ہوتا ہے جو جسمانی نشو ونما کے لیے ضروری ہے۔ اَنڈے میں موجود آئیوڈین ہڈیوں اور تھائیرائیڈ گلینڈ کو صحت مند رکھتا ہے جبکہ اَنڈے میں موجود لیوٹین اور زیزینتھن آنکھوں کو اِنسانی عمر سے متعلقہ اَمراض لاحق ہونے سے بچاتے ہیں۔ انڈے میں صرف 75 کیلوریز ہوتی ہیں جبکہ اِس میں 5 گرام چکنائی ہوتی ہے۔ تازہ تحقیق میں اِنکشاف کیا گیا ہے کہ انڈے کی زردی میں موجود کولیسٹرول دراصل سچوریٹڈ فیٹی ڈائیٹری کولیسٹرول نہیں ہے جس سے خون میں کولیسٹرول کی سطح بلند ہوتی ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۷؍جون ۲۰۰۶ء)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۷؍جون کو مغرب کے بعد جناب حافظ فرید احمد صاحب شریفی لاہور تشریف لائے۔ رات کا کھانا حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے یہاں تناول فرمایا اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۱۱؍جون کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب حضرت بانیٔ جامعہ کے ہم سبق حضرت مولانا احمد حسن صاحب مدظلہم کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ اُن کی مزاج پرسی کرتے ہوئے اُن سے دُعاؤں کی درخواست کی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

۱۱؍جون کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ''اقرأ روض الاطفال'' سمن آباد کی تقسیم اسنادِ حفظ قرآن کے موقع پر تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔

۱۴؍جون کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب بعد مغرب اللہ بخش (سابق باورچی جامعہ مدنیہ) کی بیٹی کا نکاح پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

۱۸؍جون بعد مغرب جناب محمد سعید خان صاحب آفریدی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور جامعہ کے ترقیاتی کاموں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

۱۹؍جون کو نماز مغرب کے بعد حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹیؒ کے صاحبزادے مولانا ثناء اللہ صاحب چنیوٹی حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے گھر رات کے کھانے پر تشریف لائے، ختم نبوت کی سرگرمیوں اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۲۷ جون کو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے خادم اور مخلص جناب محترم سرور الحسینی صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور وہاں بخاری شریف کے درس کی سماعت فرمائی۔ جامعہ مدنیہ جدید کی تعمیراتی و تعلیمی ترقی کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔